ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور پاکستان

بانی:
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عبید اللہ انور
امیر انجمن خدام الدین لاہور

ایڈیٹر
مجاہد الحسینی

بدل اشتراک
سالانہ ——— ۱۸ روپے
ششماہی ——— ۱۰ روپے
سہ ماہی ——— ۵ روپے

فی شمارہ ۴۰ پیسے

جلد نمبر ۱۹ ——— شمارہ نمبر ۸

۱۸ جمادی الثانی ، ۲۰ جولائی
۱۳۹۳ھ ، ۱۹۷۳ء

۱۹
۸

اِنَّ الدِّیْنَ
عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان
شیرانوالہ دروازہ لاہور ——— فون نمبر: ۶۷۵۴۵

تقریر ریڈیو پاکستان لاہور

مثنوی مولانا روم رح

مولانا مجاہد الحسینی

انسانوں کی رشد و ہدایت اور اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ اور رسولوں کو مبعوث فرمایا اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر علاقے اور ہر قوم کے لیے خدا کی فرستادہ اور برگزیدہ ہستیاں تشریف لائیں اور لوگوں کو شرف انسانیت کا احساس دلا کر ان میں خدمتِ خلق کا جذبہ اجاگر کرتی رہیں۔

انبیاء اور رسولوں کے بعد صحابۂ کرامؓ، تابعینؒ، اولیاء کرامؒ اور دیگر اہل علم و فضیلت اور اصحابِ دانش و حکمت نے مختلف انداز اور مختلف پیرایوں میں انسانوں کو اخلاقیات اور تہذیب و شائستگی کا درس دیا۔

علماء نے تعلیم گاہوں اور بیان و خطابت کے ذریعہ، صوفیاء نے خانقاہوں کی معرفت، دانشوروں اور مفکروں نے ادب و انشاء کی وساطت سے۔ غرضیکہ مختلف ذرائع اور طریق سے حضرتِ انسان کی فلاح و بہبود اور اس کی اصلاح احوال کی کوششیں مسلسل جاری و ساری ہیں۔ انہی مصلحین امت میں مولانا محمد جلال الدین بلخی کی ذاتِ گرامی ہے۔ جنہوں نے بعد میں مولانا روم کے نام سے شہرتِ دوام حاصل کی۔

مولانا روم ۶۰۴ھ میں بلخ میں پیدا ہوئے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد شیخ بہاء الدین سے حاصل کی۔ تفسیر، حدیث اور ادب و فقہ میں اتنا کمال پیدا کیا کہ اس دور کے بڑے بڑے علماء مشکل مسائل میں ہمیشہ ان کی طرف رجوع کرتے اور اصحاب فضل و کمال ان کی علمی عظمت کے بیحد معترف اور قدردان تھے۔ آپ نے لوگوں کی اصلاح، ان کی فلاح و بہبود اور ان میں تہذیب و شائستگی پیدا کرنے کے لیے فارسی زبان میں جدید پیرایہ اختیار کیا اور اس کے لیے طرح طرح کی مختلف حکایات، مثالوں، استعاروں اور تشبیہات سے لوگوں کو درس نصیحت سے نوازا۔

مولانا روم کی مثنوی کی سب سے بڑی خوبی اور خصوصیت اس کا طرزِ استدلال اور طریقۂ افہام و تفہیم ہے۔ اس میں عام لوگوں کے مزاج اور ان کی ذہنی و فکری سطح کا خاص لحاظ رکھتے ہوئے تمثیل کا آسان طریقہ اختیار کیا گیا اور انداز تحریر میں ایسی جاذبیت پیدا کی کہ ہر شخص دلچسپی اور دلجمعی کے ساتھ اس کا مطالعہ کرتا ہے اور پوری توجہ کے ساتھ اسے سنتا ہے۔

مثال کے طور پر ہر انسان کی فطرت یہ ہے کہ اسے اپنے عیب کم دکھائی دیتے ہیں مگر دوسروں کے عیب اور ان کی کوتاہیاں فوراً نظر آجاتی ہیں۔ مولانا روم مثنوی میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے ایک حکایت بیان کرتے ہیں:۔

ایک شیر اور دیگر صحرائی جانوروں میں معاہدہ ٹھہرا کہ وہ ہر روز شیر کو گھر بیٹھے اس کی خوراک پہنچایا کریں گے۔ پہلے دن جو خرگوش شیر کی خوراک کے لیے متعین کیا گیا۔ وہ ایک دن کی تاخیر کے ساتھ پہنچا۔ شیر نے جواب طلبی کی تو اس نے معذرت پیش کرتے ہوئے کہا:۔

"میں تو اسی دن ٹھیک وقت پر چل پڑا تھا مگر راستہ میں مجھے ایک اور شیر نے روک لیا اس نے بڑی مشکل سے ضمانت لے کر چھوڑا۔"

شیر نے بپھر کر پوچھا کہ وہ کہاں ہے؟ — خرگوش اسے ایک کنوئیں کے پاس لے گیا۔ شیر نے کنوئیں میں جھانکا تو اپنا ہی عکس دیکھ کر اس نے سمجھا واقعی یہاں شیر موجود ہے — چنانچہ وہ کنوئیں میں کود کر بزعم خویش دوسرے شیر پر حملہ آور ہو گیا اور گرتے ہی پانی میں ڈوب گیا۔

مولانا روم مثنوی میں یہ حکایت لکھ کر فرماتے ہیں؎

اے بسا عیبے کہ بینی در کساں
خوے تو باشد دریشاں اے فلاں

یعنی اے انسان جب تو دوسروں میں عیب جوئی کرتا ہے۔ بعض مرتبہ اس میں تیری اپنی ہی عادات و اطوار کی جھلک دکھائی دیتی ہے اور جب تو اپنی خو کی تہہ تک پہنچ جاتا ہے تو تجھ پر واضح ہو جاتا ہے کہ دوسروں کی عیب جوئی درحقیقت تیری اپنی ہی خامی تھی۔

مولانا روم نے اس حکایت میں نہایت ہی عمدہ پیرائے کے ساتھ یہ حقیقت واضح کی ہے کہ دوسرے لوگوں میں عیب جوئی کا قطعاً کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ایسا شخص حسد اور کینہ کے کنوئیں میں گر کر خود ہی ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس لیے دوسروں میں عیب جوئی اور دوسروں کی نکتہ چینی کے بجائے ہر انسان کو پہلے اپنی ذاتی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اسی کا حکم دیا ہے کہ انسان پہلے اپنے آپ کو دیکھے، اپنی حیثیت معلوم کرے اور اپنے گریبان میں جھانکے۔ غرضیکہ جب انفرادی طور سے اصلاح ہو جائے گی تو خواہ مخواہ اجتماعی اصلاحِ احوال کی بنیاد بھی قائم ہو جائے گی اور نتیجۃً ربط ملّت کا ایک اصلاح پذیر اجتماعی نظام اور معاشرہ ظہور پذیر ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی انفرادی اور اجتماعی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے اور دوسروں کی عیب جوئی کی قباحتوں سے محفوظ رکھے۔ آمین!

محمدؐ کی دعا فاروقِ اعظمؓ

محمد سعید اختر۔ شجاع آباد

مرادِ مصطفےٰؐ فاروقِ اعظمؓ
محمدؐ کی دعا فاروقِ اعظمؓ

سلاطیں جس کے آگے سرنگوں تھے
وہ تم ہو با خدا فاروقِ اعظمؓ

تمہارے آنے سے کعبے میں گونجی
اذانوں کی صدا فاروقِ اعظمؓ

برائے سرکشاں! اللہ اکبر
تھے شمشیرِ خدا فاروقِ اعظمؓ

یہ کیا کم ہے کہ دامادِ علیؓ کا
شرف تم کو ملا فاروقِ اعظمؓ

ملا ہے تم کو پہلوئے نبیؐ میں
مقام جانفزا فاروقِ اعظمؓ

کوئی اختر انہیں ملتے نہ مانے
مگر ہیں رہنما فاروقِ اعظمؓ

خدام الدین

۱۸ جمادی الثانی ۱۳۹۳ھ
۲۰ جولائی ۱۹۷۳ء

جلد ۱۹ شمارہ ۸

مندرجات

- مثنوی مولانا روم
- محمدؐ کی دعا فاروق اعظمؓ (نظم)
- اداریہ
- شذرات
- خطبہ جمعہ
- ۱۹۳۱ء میں مجلس احرار نے قادیانی ریاست بنانے کی سازش ناکام بنادی تھی
- حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت قرآن وسنت کی روشنی میں
- مراسلات
- اہل سنت والجماعت کی صداقت وحقانیت
- مصائب و آلام میں انسان کو کیا کرنا چاہیئے
- سیدنا امام حسینؓ کی شان میں مرزا قادیانی کی گستاخیاں
- خبروں کا آئینہ

رئیس الادارہ
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبیداللہ انور
مدیر
مجاہد الحسینی

اُردو قومیّت کا نعرہ؟

اگر مُسلم قومیّت نہیں تو پھر بہت سی قومیں جنم لیں گی۔

۱۰ جولائی کے جنگ کراچی کی ایک خبر کے مطابق حیدرآباد میں شہدائے اردو کی یاد میں جناب رئیس امروہی کی زیر صدارت ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں مہاجر طلباء محاذ کے رہنماؤں اور دیگر سیاست دانوں نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں صرف ایک قوم آباد ہے اگر چار قومیتوں کا نعرہ لگایا گیا تو پھر پانچویں قومیت کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور اردو قومیت کو تسلیم کرانے کے لیے ہم کسی بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کریں گے انہوں نے کہا کہ اگر ایک قوم اور نظریہ پاکستان سے انحراف کیا گیا تو اردو قومیت کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔

خدام الدین میں "مسئلہ قومیت مسلم قوم یا پاکستانی؟" کے زیر عنوان ۱۶ مارچ ۱۹۷۳ء کے شمارہ میں پہلے بھی اظہار خیال کیا جاچکا ہے اور مختلف علمی اور سیاسی حلقوں نے ہمارے خیالات سے پوری طرح اظہار اتفاق کیا تھا۔ کہ پاکستان سے قبل شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اور علامہ اقبالؒ کے مابین جس مسئلہ وطنیت و قومیت نے ایک علمی نزاع کی شکل اختیار کی تھی۔ اور معاملہ فہمی کے بعد علامہ اقبال نے جس پر حضرت مدنیؒ سے معذرت کر لی تھی۔ لیکن حضرت مدنیؒ کے مخالفین کی طرف سے اپنی سیاسی مصلحتوں کی بنا پر حضرت مدنیؒ کے موقف کے خلاف رباعی کو کلام اقبال میں جوں کا توں رکھا گیا ہے اور مزید برآں یہ کہ پاکستان کے ۲۵ برس بعد ہم ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر پاتے ہیں کہ ہم مسلم قوم ہیں یا پاکستانی۔ ہم سرحدی، بلوچی، سندھی اور پنجابی قوم ہیں یا ذات اور پیشے کی بنا پر سید، افغان، مرزا، آرائیں، جٹ وغیرہ۔ جس ملک کے باشندوں میں ان کی قومی حیثیت مابہ النزاع ہو اور وہ صاف دل و دماغ کے ساتھ اس امر کی تمیز کرنے سے عاری ہوں کہ وہ کس قوم سے تعلق رکھتے ہیں یا ان کا قومی تشخص کیا ہے؟ تو اس سے زیادہ قابلِ رحم حالت اور کس کی ہو سکتی ہے۔

جس زمانہ میں سابق صدر یحییٰ خاں نے مغربی پاکستان کی وحدت (ون یونٹ) کو توڑ کر چار صوبوں میں تقسیم کیا تھا ہم نے اس وقت "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا تھا کہ یہ اقدام پاکستان کی وحدت کو ختم کر دینے کی طرف ایک خطرناک سازشی قدم اٹھایا گیا ہے۔ مغربی پاکستان کے چاروں صوبوں کے سیاسی رہنما خوش تھے کہ ان کے لیے حصولِ اقتدار کی راہیں ہموار ہو گئی ہیں۔ مگر ہم نے ون یونٹ توڑنے کے اقدام کو مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی اساس قرار دیا تھا۔ اس وقت باقیماندہ پاکستان میں یحییٰ خاں کے تقسیم کیے ہوئے جب تک چار صوبے موجود ہیں صوبائی عصبیت اور علیحدگی کے رجحانات کو آسانی کے ساتھ ختم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ چاروں صوبوں کے باشندے اپنے جداگانہ مسائل، حالات تقاضے اور وسائل و ذرائع کی بنا پر ضرور اپنے الگ حقوق کے لیے جدوجہد کریں گے اور یہی جذبہ و عمل علیحدگی کے رجحان کا آئینہ دار ہوگا۔ اس پر قابو پانے اور اس کے مکمل انسداد کے لیے جس قسم کی مخلصانہ کوششوں، دانشمندی، فہم و فراست اور معاملہ فہمی کی ضرورت ہے، محتاجِ وضاحت نہیں۔ ہر محبِ وطن شخص کو صوبائی عصبیت کی لعنت ختم کرنے کے لیے کمربستہ ہو جانا چاہیے۔

اردو محاذ کے طلباء نے ملک کے موجودہ سنگین حالات میں "اردو قومیت" کا جو نعرہ لگایا ہے وہ نہایت درجہ خطرناک ہے اور جب صدر جلسہ جناب رئیس امروہی نے جنگ میں شائع ہونے والی مستقل رباعی میں کسی "مہاجر" کے سینیٹ کا رکن منتخب نہ ہونے پر مہاجروں کو ان کی "حماقت مآبی" کا طعنہ دے کر جس انداز میں "لسانی مسئلہ" کو از سرِ نو تازہ کیا ہے اس سے بھی "فتنہ خیزی" کی بو آ رہی ہے اور ایک قوم اور نظریہ پاکستان کی دہائی دینے والے کل عملاً "اردو قومیت" کے علمبردار بن کر سامنے آ جائیں گے۔

چار قومیتوں کا نعرہ لگانے والوں کا توڑ پانچواں اردو قومیت کا نعرہ نہیں بلکہ ایک قوم ہی کا ہے اور وہ ہے "مسلم قومیت" کیونکہ قوم کا تعلق نبی اور پیغمبر کی ذات اقدس کے ساتھ ہوتا ہے پاکستان میں آباد اہل اسلام کا تعلق چونکہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ ہے اس لیے یہ مسلم قوم کہلائیں گے اور جو حضورؐ کی نبوت و رسالت کی خاتمیت کے قائل نہیں وہ مسلم قومیت سے خارج ہو جائیں گے۔

اگر اسلامی تعلیمات کو چھوڑ کر جو نظریہ پاکستان کی اساس ہے کوئی دوسرا نظریہ اپنانے کی کوشش کی گئی اور چار قومیتوں کے مقابلے میں اردو قومیت کا بت کھڑا کرنے کی حرکت کی گئی تو پھر اردو قومیت کے بت کو نہ سندھ کھڑا رہنے دے گا۔ نہ پنجاب اور سرحد اور بلوچستان میں اردو قومیت کے "بت خانے" قائم رہنے دیے جائیں گے بلکہ اس قسم کی باتوں سے صوبائی عصبیت اور لسانی تنازعے کو فروغ ملتا ہے جیسا کہ گزشتہ دنوں لاہور

کے ہفت روزہ کہانی نے اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کرکے حیرت انگیز اعداد وشمار پیش کیے ہیں اور "پنجاب کو بولنے دیجیے" کے زیر عنوان جن امور کی نشاندہی کی گئی ہے اگر فی الواقع ان میں صداقت ہے تو پھر جان لینا چاہیے۔ کہ صوبائی تعصبات کا خوفناک طوفان پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لینے کے لیے پوری تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے صرف خداوند قدوس ہی ہمیں اس خطرناک صورتِ حال سے محفوظ و مامون رکھنے والی ذات ہے وہی پاکستان کی سالمیت قائم رکھے! اور حفاظت فرمائے۔ آمین۔

● دوسری انگریزی یادگاریں بھی ختم کی جائیں

پاکستان کے عوام قیام پاکستان کے بعد سے لے کر آج تک پوری شدت کے ساتھ جس کا مطالبہ کر رہے تھے اور سابقہ ارباب اقتدار جس مطالبہ کو پذیرائی بخشنا تو درکنار جس پر ادنیٰ توجہ دینے کی بھی زحمت گوارا نہ کرتے تھے اسے صدر مملکت جناب ذوالفقار علی بھٹو نے پذیرائی عطا کرکے حکم دیا ہے کہ ریڈ کراس نام کی انگریزی یادگار ختم کرکے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے شایانِ شان اور عوامی خواہشات کے مطابق اس کا نام تبدیل کرکے ہلال احمر رکھ دیا جائے۔ صدر بھٹو کا یہ ایسا کارنامہ ہے جسے ملک کا کوئی بھی محب وطن اور سچا مسلمان کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس فیصلے کا پورے ملک میں خیر مقدم کیا گیا ہے اور حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے تمام رہنماؤں اور تمام اخبارات نے اس اقدام پر صدر مملکت کو خراج تحسین پیش کیا ہے ۔۔ صدر بھٹو کو چاہیے کہ وہ انگریزی دور اقتدار کی دوسری تمام یادگاروں کو ختم کردیں اور جن کے نام انگریزی دور اقتدار کی یادگار کے درجہ میں ہیں انہیں فی الفور تبدیل کر دیا جائے بہت سے شہروں، سڑکوں وغیرہ کے نام ابھی ایسے ہیں جنہیں تبدیل کرنا ازبس ضروری ہے اور خاص طور سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی سرزمین پر انگریزوں کی یادگار "قادیانیت" کا خاتمہ بے حد ضروری ہے کیونکہ اس کا مقصد وجود ہی انگریزی حکومت کو خدا کا سایہ رحمت ثابت کرنا اور انگریزی نظام حکومت کو پاکستان پر مسلط کرنا ہے۔

● اسپیکر کے سامنے جھکنے کی رسم ختم کی جائے

سندھ اسمبلی میں اسپیکر کے سامنے جھکنے کی برطانوی یادگار کو ختم کرنے کا مسئلہ سابق مغربی پاکستان کابینہ کے سابق وزیر مسٹر عبدالستار سنجرانی نے اٹھایا وقفہ سوالات کے آخر میں مسٹر سنجرانی پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں آپ کی توجہ ایک نہایت اہم مسئلہ کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ اسپیکر کے سامنے جھکنے کی رسم غیر اسلامی ہے اس کو ختم کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ سرحد اسمبلی نے اس رسم کو ختم کرنے کی جانب اہم قدم اٹھایا ہے اور یہ رسم ختم کردی گئی ہے ہمیں بھی اس مسئلہ پر غور کرنا چاہیے۔ ان کی تقریر کے دوران سرکاری بنچوں کے بعض ذمہ دار ممبران نے بار بار مداخلت کی تاہم وہ اپنا مطالبہ پیش کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ انھوں نے کہا کہ یہ بت پرستی کے مترادف ہے۔ جام صادق علی نے کہا کہ بہتر ہے سنجرانی صاحب بت پرستی کی بات نہ کریں۔ کیونکہ یہ ان کے لیے بھی اچھا ہوگا۔ تاہم اسپیکر نے اس مسئلہ پر غور کرنے کی اجازت نہیں دی۔

● کینیا میں گداگری پر پابندی

اے ایف پی کی خبر کے مطابق کینیا میں گداگری پر پابندی لگا دی گئی ہے اور اس کے تحت خیرات دینا اور خیرات لینا جرم قرار دے دیا گیا ہے۔ کینیا میں سیاحوں کی فراخدلی کے باعث گداگری کی لعنت عروج پر پہنچ چلی تھی جسے حکومت نے ایک قانون کے ذریعے ختم کر دیا ہے۔

پاکستان میں بھی گداگری ایک مصیبت کی شکل اختیار کر گئی ہے اور دکانداروں کی غلط روش کے باعث خصوصاً جمعرات کے روز تو بازاروں میں چلنے پھرنے اور خرید و فروخت میں سخت دشواری پیش آرہی ہے یہ گداگری ایک عادت بن گئی ہے اور اس میں ضرورتمند اور مفلوک الحال افراد ہی حصہ نہیں لیتے بلکہ اچھے متوسط طبقہ کے افراد اور ان کے بال بچے بھی جلب زر کی خاطر گداگری کا پیشہ اختیار کر رہے ہیں۔ بعض عورتیں برقعے پہن کر اور "بے پہچان" ہوکر گداگری کر رہی ہیں یہ انداز عمل ایک غیرت مند قوم کے ہرگز شایان شان نہیں۔

جمعرات کے روز ہمارے دوکاندار ایک ایک پیسہ ان گداگروں کو جس اہتمام کے ساتھ دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ انھوں نے معاشرہ کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے سراسر نادانی اور ان گداگروں کے ساتھ ظلم ہے چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں، بچیوں اور عورتوں کے ہاتھوں میں ٹیڈی پیسہ تھما دینے کو بہت بڑی نیکی سمجھنے والوں کو چاہیے کہ وہ خود بھی اس پہلو پر غور کریں کہ اگر ان کا یہ سرمایہ جو ٹیڈی پیسوں کی صورت میں ایک ایک کرکے ضائع کیا جاتا ہے۔ اگر وہی سرمایہ یکجا کرکے اسے غریبوں مفلسوں اور ضرورت مندوں کے مفادات کے لیے اجتماعی طور پر صرف کیا جائے تو اس سے چھوٹے چھوٹے کئی صنعتی یونٹ قائم ہوسکتے ہیں اور غریب نادار لوگوں کے بچے اور وہ خود ان میں کام کرکے باعزت طور سے روزی کما سکتے ہیں۔

ارباب حکومت کو چاہیے کہ وہ پاکستان میں گداگری کی تمام شکلوں کو ختم کرکے ضرورت مندوں کے لیے باعزت طریق سے وسائل رزق مہیا کریں۔ تاکہ پاکستان گداگروں کی بستی بننے سے محفوظ رہے اور دوسری دنیا میں اس کی عزت وعظمت اور وقار قائم رہ سکے۔

خدام الدین میں اشتہار دے کر
اپنی تجارت کو فروغ دیں۔

جہادِ آزادی کے عظیم مجاہد مولانا سید گل بادشاہ وفات پاگئے

پشاور۔ ۱۰ رجولائی۔ جمعیۃ علماءِ اسلام صوبہ سرحد کے صدر اور جہاد آزادی کے عظیم مجاہد مولانا سید گل بادشاہ صاحب آج طویل علالت کے بعد لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں وفات پاگئے۔ انہیں آج طورو مردان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) مولانا سید گل بادشاہ صاحب مرحوم فاضل دیوبند تھے اور ان کا تعلق علماء کے اس گروہ سے تھا جو فرنگی سامراج کے خلاف ہر وقت ڈٹا رہتا تھا اور اس میں اپنی زندگی اور مصائب کی کوئی پرواہ نہیں کیا کرتا تھا۔ مولانا کی ساری عمر درس وتدریس اور تبلیغ وارشاد میں گذری۔ درویش صفت انسان تھے اور درویشی کی حالت ہی میں فوت ہوگئے۔

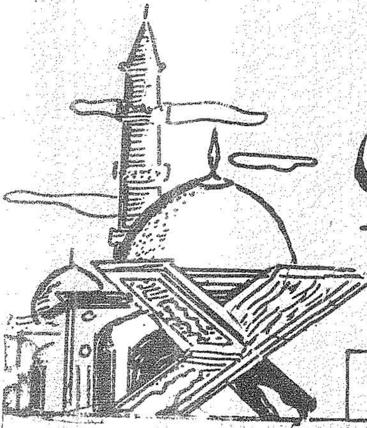
اشکبار آنکھوں کے ساتھ تدفین

مردان سے اطلاع ملی ہے کہ جمعیۃ علمائے اسلام اور متحدہ جمہوری محاذ صوبہ سرحد کے صدر اور جنگ آزادی وطن کے دلیر سپوت اور ممتاز عالم دین سید گل بادشاہ کو آج تیسرے پہر یہاں سے چند میل دور ان کے آبائی قبرستان موضع سواڑیاں میں ہزاروں اشکبار آنکھوں کے ساتھ سپرد خاک کر دیا گیا۔ مولانا آج صبح لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور میں طویل علالت کے بعد وفات پاگئے تھے۔ آپ کی نماز جنازہ جمعیۃ کے ممتاز رہنما حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی نے پڑھائی جبکہ نماز جنازہ میں جمعیت کے جنرل سیکرٹری اور پاکستان متحدہ جمہوری محاذ کے نائب صدر مولانا مفتی محمود، نیپ کے جناب ارباب سکندر خاں خلیل، مولانا شاکر اللہ، باچا خان، امیر زادہ خان، شہزادہ گل باچا خان، محمد افضل خان، عبدالعزیز خان سرحد اسمبلی میں جمعیت کے ممبران مختلف سیاسی پارٹیوں کے رہنماؤں اور کارکنوں کے علاوہ مردان اور گردونواح کے لاتعداد معززین، مولانا کے سینکڑوں شاگردوں معتقدین اور ان کے عزیز و اقارب نے شرکت کی۔ مولانا سید گل بادشاہ کی عمر اس وقت ساٹھ سال تھی۔ آپ نے ۱۹۳۰ء میں اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا تھا اور متعدد بار اسلام اور جمہوریت کی سربلندی اور اپنے عوام کے حقوق کے لیے جیلوں کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔ لیکن فرنگی سامراج سے کر قیام پاکستان کے بعد اب تک کسی عامر اور ڈکٹیٹر کے سامنے اپنا سر نہیں جھکایا ہے اور اپنی عمر کے آخری لمحات تک مردانہ وار آمروں اور ڈکٹیٹروں سے برسرپیکار رہے

اجتماع جمعۃ المبارک

۶ جولائی ۱۹۷۳ء

مرتب
عبدالرشید انصاری



قرآن مجید اپنی حفاظت کیلئے کسی کا محتاج نہیں

اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک نازل فرمایا اور وہی اس کا حافظ و نگہبان ہے!

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم کا خطاب

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: امّابعد:

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم:

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ ٥ (الحجر آیت ۹)

ترجمہ: ہم نے یہ نصیحت اتاری ہے۔ اور بے شک ہم اس کے نگہبان ہیں۔

یعنی اے ہمارے پیغمبرؐ! آپ کو مخالفین کی ضد ہٹ دھرمی اور حق بات تسلیم کرنے سے مسلسل انکار پر فکرمند نہیں ہونا چاہیے۔ یہ لوگ سچائی کو نہ مٹا سکتے ہیں اور نہ ہی راست باز اور حق شناس لوگوں کو سچائی پر ایمان لانے سے روک سکتے ہیں سچائی ہمیشہ ہمیشہ تک باقی رہنے کے لیے ہے اور جھوٹ کا جھوٹ ہونا بالآخر سب پر واضح ہو جائیگا۔

بلاشبہ کائنات کی سب سے بڑی سچائی اللہ کو یعنی قرآن مجید ہم نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ و نگہبان ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کے علاوہ کسی اور کتاب کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن سے پہلے جتنی کتب و صحف آسمانی دنیا میں نازل ہوئے۔ ان میں سے کوئی بھی آج صحیح اور بلا تغیّر و تبدّل دنیا میں کہیں موجود نہیں ہے حتیٰ کہ انجیل و توراۃ جن کے ماننے والے آج بھی دنیا میں لاکھوں نہیں کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں ان میں بھی تحریف ہو چکی ہے — آج قرآن پاک کے علاوہ کوئی کتاب بھی اپنی پہلی سی ٹھیک حالت پر دنیا میں کہیں نہیں ہے۔

اللہ تعالےٰ نے اپنی اس مقدس کتاب کی ہر دور میں حفاظت فرمائی ہے۔ اس مقصد کے لیے علماء و مفسّرین، حفّاظ و قرّاء اور طلبہ دین کو کام پر لگا دیا ہے جو چودہ سو برس سے کلام اللہ کی حفاظت و اشاعت کا فریضہ انجام دیتے چلے آ رہے ہیں۔

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

دربارِ رسالت سے خدّامِ قرآن کو نجات آفرین پیغام ملنے کے بعد کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ اس منصب خیر کے لیے انہیں اپنی عزیز سے عزیز تر متاع بھی قربان کرنی پڑے تو وہ اس سے دریغ نہیں کریں گے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ علماء ربانی نے ہر دور میں اس باب میں گرانقدر کارنامے انجام دیے اور بے مثال قربانیاں پیش کیں۔ خلقِ قرآن کے سرکاری اور درباری فتنہ کے استیصال کے لیے حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور آپ کے ساتھیوں کو مصائب و آلام اور ظلم و تشدّد کی جس وادی سے گزرنا پڑا۔ اس کے تصور سے ہی دل کانپ اٹھتا ہے برصغیر میں جب انگریزی حکومت کا سورج نصف النہار پر تھا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کی مذہبی ثقافتی روایات کو ختم کرنے کی بھرپور کوششیں کی گئیں اور ان کے دلوں سے جذبۂ جہاد ختم کرنے کے لیے عقیدۂ جہاد کی بنیادیں اکھاڑنے کی کوشش کی گئی۔ انگریز نے اپنے پادریوں اور مشنریوں کے علاوہ اپنے وظیفہ خور پیروں کو مسلمانوں کی دین سے محبت اور اسلام کے نجات آفرین اصولوں پر ان کی پختہ ایمانی کو ختم کرنے کے کام پر لگایا اور قادیان کی جعلی نبوت تک کا ڈھونگ رچایا اس وقت علماء حق کی مقدس جماعت ہی تھی۔ جس نے غیر ملکی اقتدار کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر جارحیت کا مقابلہ کیا۔ اسلام کے ایک ایک اصول کی حقانیت کو اپنوں اور غیروں پر ثابت کیا۔ امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ نے مسلمانوں کو بتایا کہ:

"اسلام جہاد ہے اور جہاد اسلام ہے جہاد کے بغیر اسلام، اسلام نہیں رہ سکتا اور اسلام کو ایک طرف رکھ کر کوئی لڑائی جہاد نہیں بن سکتی"

انگریزی حکمرانوں کو پادریوں نے بتایا کہ جب تک مسلمانوں میں ان کی آسمانی کتاب قرآن موجود ہے۔ اس وقت تک حکومت کے خلاف ان کا جہاد ختم نہیں ہوگا۔

چنانچہ فرنگی حکمرانوں نے قرآن مجید کو برصغیر سے ختم کر دینے کا فیصلہ کیا اور اس کام کے لیے انہوں نے باقاعدہ منصوبہ بندی کر کے پورے متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں سے قرآن پاک وصول کر لینے کی تحریک چلائی۔ مختلف طریقوں سے قرآن پاک کے قلمی اور مطبوعہ نسخے جمع کیے گئے۔ علماء نے اس سازش کو ناکام بنانے کے لیے وسیع پیمانے پر دور افتادہ دیہات تک میں مسلمانوں کی مذہبی تعلیم و تربیت اور حفظ قرآن کے مدارس قائم کر دیے۔ اور غریب مسلمان بچوں کے سینے قرآن کے نور سے منور ہو گئے۔

ایک گاؤں کی مسجد میں حافظ صاحب بچوں کو پڑھا رہے تھے کہ ایک انگریز حافظ صاحب کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ کے پاس قرآن مجید کے جتنے نسخے ہوں وہ مجھے عنایت فرما دیجئے حکومت نے جدید چھاپہ خانوں میں نئے انداز پر قرآن پاک چھاپ کر مسلمانوں کو دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ جتنے نسخے آپ کے پاس ہیں اتنے ہی نئے طبع شدہ قرآن مجید آپ کو مل جائیں گے حافظ صاحب نے تمام قرآن مجید جمع کر کے اس انگریز کے سامنے رکھ کر ایک بچے کو تلاوت کرنے کا حکم دیا۔ یہ معصوم بچہ تعمیل حکم کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اور دونوں ہاتھ ناف پر باندھ کر باادب قرآن پاک پڑھنا شروع کر دیا۔ وہ تین رکوع پڑھ چکا تو حافظ صاحب نے اپنے دوسرے شاگرد کو اس سے آگے پڑھنے کا حکم دیا۔ ایک دو رکوع اس بچے نے پڑھے حافظ صاحب نے اسے بھی بیٹھنے کا حکم دیا۔ اور انگریز سے مخاطب ہو کر فرمایا

"تم کاغذ پر لکھے ہوئے قرآن پاک کو مسلمانوں سے چھین سکتے ہو لیکن ان کے سینوں میں لکھے ہوئے قرآن پاک کی مقدس آیات کبھی نہیں مٹا سکو گے"

آج بھی یہی خوش قسمت لوگ ہمیشہ کی طرح کتاب اللہ کی اشاعت و تعلیم کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

قرآن مجید جو ۱۱۴ سورتوں کا مجموعہ ہے جو تیئیس سال میں اللہ تعالےٰ کی جانب سے حضور خاتم النبیین

صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا جسے پہلی بار جبریلؑ امین غارِ حرا میں لے کر آئے اور اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ سے پہلی وحی شروع ہوئی۔ سب سے پہلی مکمل سورۃ جو نازل ہوئی وہ سورۃ الحمد تھی جسے کافیہ، ام القرآن، سورہ فاتحۃ القرآن، کنز اور راس القرآن بھی کہتے ہیں۔ دوسری جتنی کتابیں پہلے پیغمبروں پر نازل ہوئیں ان میں سورہ الحمد جیسی کبھی کوئی سورۃ نازل نہ ہوئی۔ سورہ الحمد نہ صرف یہ کہ ایک بیج اور جڑ کی مانند ہے اور پورا قرآن پاک اس کا شجر ہے بلکہ یہ سورۃ پہلی تمام شریعتوں اور قرآن پاک کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔ سورہ الحمد میں اللہ العالمین نے پورے دین کا مفہوم اور خلاصہ بیان فرما دیا ہے۔ اسی بلندیٔ مرتبہ اور بزرگی کی وجہ سے نماز کی ہر رکعت کے شروع میں سورہ فاتحہ کی تلاوت لازمی قرار پائی۔ اگر کوئی شخص امام کے پیچھے نماز ادا کر رہا ہو تو پھر سورہ فاتحہ نہیں پڑھے گا بلکہ صرف امام کا سورۃ الحمد پڑھنا سب مقتدیوں کی جانب سے کافی ہوگا۔ غرضیکہ سورہ فاتحہ ایک ایسی سورۃ ہے جس کو بار بار دہرانے سے مقصود یہ ہے کہ اسلام کا اجمالی خاکہ ہر وقت مومن کے پیشِ نگاہ رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ٥

ترجمہ: اور ہم نے تجھے سات آیتیں دیں جو (نماز میں) دہرائی جاتی ہیں اور قرآن عظمت والا دیا۔

تو یہ بار بار دہرائی جانے والی آیات جنہیں خصوصی انعام کے طور پر ذکر فرمایا گیا وہ سورۃ فاتحہ ہے اور اس آیت میں کلام پاک کو القرآن العظیم سے موسوم کیا گیا — پڑھی جانے والی عظمت والی کتاب۔ بلاشبہ دنیا میں کوئی بھی ایسی کتاب نہیں ہے جس کا اس قدر مطالعہ ہوتا ہو۔ جتنا مطالعہ قرآن مجید کا ہوتا ہے اور اس کی تلاوت ہوتی ہے۔ جتنے تراجم اور تفاسیر قرآن مجید کی لکھی گئی ہیں دنیا کا کوئی مذہب اور کوئی گروہ اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔ نیز دنیا میں جس قدر قرآن پاک چھاپہ خانوں میں طبع ہوتا ہے اتنی کوئی کتاب بھی نہیں چھپتی اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دنیا میں کسی ایک مذہبی یا غیر مذہبی کتاب کے حافظ نہیں ہیں۔ یہ شرف صرف قرآن پاک کے خادموں کو حاصل ہے کہ پورا قرآن مجید الحمد سے لے کر والناس تک ان کے سینوں میں محفوظ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری اور سب سے مقدس کتاب کی خدمت کے لیے انہیں قبول فرما رکھا ہے۔ قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کے کسی فقرہ، کسی آیت اور کسی لفظ میں آج تک تبدیلی نہیں ہوئی اور نہ ہی کبھی ہو سکے گی کیوں کہ اس کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔

چودہ سو برس میں دشمنانِ اسلام نے بے شمار کوششیں اور سازشیں کیں لیکن قرآن مجید کے ایک حرف اور نقطے میں بھی تبدیلی نہ ہو سکی۔ قرآن مجید ہی کائنات عالم میں ایک ایسی کتاب ہے جو اپنی حفاظت و بقا کے لیے کسی سلطنت و حکومت، کسی جماعت اور فرد یا کسی صاحب جبروت کے تعاون کی محتاج نہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب مسلمان سربراہوں نے خدمت دین سے منہ پھیرا اور اصحاب ثروت نے قرآن اور شریعتِ قرآنی کی تبلیغ و اشاعت کے لیے اپنا مال خرچ کرنے سے روگردانی کی اور اپنے فریضۂ دینی کو بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ کام غریبوں، مفلسوں اور مسلم معاشرہ کے وہ افراد جنہیں حقیر طبقہ میں شمار کیا جاتا تھا۔ ان کو اس مقدس کام کی انجام دہی سونپ دی اور جب کبھی کسی علاقہ میں مجموعی طور پر قرآنی تعلیمات سے مسلمانوں کی بے توجہی کا افسوسناک حادثہ رونما ہوا تو اللہ تعالیٰ نے سکھوں کی اولاد کو دولتِ ایمان سے نواز کر عظمتِ اسلام کا پرچم ان کے ہاتھ میں تھما دیا۔ اگر اس حقیقت میں کسی کو شک گزرے تو اسے امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور حضرت شیخ التفسیر رحمہما اللہ تعالیٰ کے آباؤ اجداد کی زندگیوں پر ایک نظر ڈال لینی چاہیے اور علامہ اقبالؒ نے کتنے صاف الفاظ میں یہ حقیقت بیان فرمائی کہ ؎

ہے عیاں شورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

گزشتہ دنوں ہمارے ملک کی قومی اسمبلی نے ایک قانون پاس کیا جس کے ذریعے قرآن پاک کی غیر معیاری طباعت کرنے والے ناشروں پر پابندی عائد کی جائے گی۔ لیتھو کی مشینوں پر قرآن پاک چھاپنا ممنوع قرار دیا جائے گا۔ اور قرآن پاک کی اشاعت میں کتابت و طباعت کی غلطیوں کا سدِ باب کیا جائے گا۔ اگر اس فیصلہ میں خدمتِ قرآن اور خدمتِ دین کے علاوہ اور کوئی مقصد کارفرما نہیں ہے تو قومی اسمبلی کے تمام ارکان اور برسرِ اقتدار لوگ جنہوں نے یہ کام کیا ہے سب ہماری دلی مبارکباد کے مستحق ہیں اور دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ دین کا ہر کام محض اپنی رضا کی خاطر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے ساتھ ساتھ اعمال میں اخلاص قائم کرنے کے لیے یہ بات ہر وقت پیشِ نگاہ ہونی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری عبادت و ریاضت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہم جو کچھ کرتے ہیں اپنی فلاح و نجات کے لیے کرتے ہیں۔ اگر سب انسان کافر ہو جائیں تو قدرت پتھروں کو بولنے اور درختوں کو چلنے کی صلاحیت عطا فرما سکتی ہے۔ اور دینِ الٰہی کی خدمت کا ان سے بھی کام لیا جا سکتا ہے۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے، ایمان میں پختگی، عمل میں زیادتی عطا ہو اور کتاب و سنت کی تبلیغ و اشاعت کی زیادہ سے زیادہ توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین!

بقیہ: مراسلات

بھی اس طرف توجہ نہیں دی اور اگر ان الفاظ کی اصل روح سے واقعی واقف نہ تھیں تو انہیں کتابیں لکھنے کی بجائے اپنے علم میں وسعت پیدا کرنی چاہیے۔

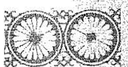
اہل زبان نے لفظ (fatherless) کو کیسے استعمال کیا؟ دیکھیے:

عیسائیوں کے دو فرقے ہیں اور دونوں کی اپنی اپنی بائبل ہے۔ ایک فرقہ تو حضرت جوزف (Joseph) کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا والد تسلیم کرتا ہے۔ اس کی بائبل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام (Joseph) ہی لکھا گیا ہے۔ مگر دوسرا فرقہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے والد کے وجود سے ہی انکاری ہے وہ کہتے ہیں نہ حضرت مریمؑ کی شادی ہوئی اور نہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی والد تھا۔ چنانچہ ان کی بائبل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے لفظ (fatherless) استعمال کیا گیا ہے۔

زیرِ بحث پیراگراف میں (fatherless) کا استعمال کسی صورت جائز نہیں۔ استاد اپنے بچوں کو اس کے معنی "بغیر باپ کے بچہ" پڑھائے تو معصوم ذہنوں میں انتہائی غلط تصور قائم ہو سکتا ہے۔ یا "یتیم" بتائے تو بھی صحیح نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ محترمہ نے ایسی صورت حال کو محسوس ہی نہیں کیا۔ جس لفظ سے توہینِ رسالت کا پہلو نکلتا ہو ہم ایسے لفظ کو قطعاً برداشت نہیں کر سکتے۔ اس لیے گزارش ہے کہ ہماری مسلمان حکومت فوری طور پر مداخلت کرکے تحقیقات کرائے اور ایسی جملہ کتابیں ضبط کرلے ٹیکسٹ بک بورڈ کو بھی ہدایت فرمائے کہ نظرثانی کرتے وقت یا منظوری دیتے وقت ایسی باتوں کا خاص خیال رکھے۔

ابن نصیر نذر احمد آناد — کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ



۱۹۳۱ء میں مجلس احرار نے قادیانی ریاست بنانے کی سازش ناکام بنا دی تھی

آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد پر قادیانیوں کے اعتراضات کا مسکت جواب:

از
عبدالغنی کاشمیری

جب سے قادیانیوں کے بارے میں آزاد کشمیر اسمبلی[1] نے قرارداد پاس کی ہے جس کی رو سے انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے اور مرزائیت کی تبلیغ پر پابندی عاید کرنے کی سفارش کی گئی ہے قادیانیوں نے ایک طوفان کھڑا کر رکھا ہے جس کا ثبوت خلیفہ ربوہ کا ۴ر مئی ۱۹۷۳ء کا اشتعال انگیز خطبہ اور مئی ۱۹۷۳ء کا الفرقان ربوہ کا شمارہ ہے محمد منظور احمد ایڈووکیٹ امیر جماعت ہائے احمدیہ آزاد کشمیر نے بھی اس سلسلہ میں ایک پمفلٹ تحریر کیا ہے[1]۔ سردست ہم اسی پمفلٹ پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

منظور احمد قادیانی نے اجمالی دعوے کی تفصیل اور تائیدی دلائل کے زیر عنوان آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ قادیانی خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کو بعض مسلم زعماء نے صدر مقرر کیا۔ اگر مسلمان اکابر قادیانیوں کو مسلم نہ سمجھتے تھے تو خالصتاً مسلمانوں کی حق دہی کی تحریک کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں کیوں تھماتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان زعماء جانتے تھے کہ قادیانیوں کے انگریز کے ساتھ کیسے مراسم ہیں انہوں نے اس امید پر کہ قادیانی خلیفہ اپنے برطانوی آقاؤں سے کشمیری مسلمانوں کو بعض حقوق دلوانے میں مدد دے گا۔ مرزا محمود کو صدر مقرر کر دیا مسلم زعماء نے اس بات کو نظر انداز کر دیا کہ قادیانی فرقہ کے عقائد باطلہ کیا ہیں اور ان کا سیاسی مسلک کیا ہے بعد میں ان کو معلوم ہوا کہ انھوں نے جس حسن ظن سے کام لیا ہے اس کی آڑ میں قادیانیوں نے کشمیر کے طول و عرض میں قادیانیت کی وسیع تبلیغ شروع کر دی ہے اور برطانوی سامراج کے تعاون سے کشمیر میں قادیانیوں کی ریاست قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں[2] تو انہوں نے اس کا سختی سے نوٹس لیا اور علامہ اقبالؒ نے قادیانیوں کے بارے میں جو کچھ فرمایا اس سے ان کی خطرناک سازشیں بے نقاب ہو گئیں۔ اگر قادیانی خلیفہ مسلمانوں کے اتنے ہی ہمدرد تھے تو انہوں نے علامہ اقبالؒ کی صدارت میں کشمیر کمیٹی کو ختم کرنے کی کیوں مذموم سازشیں کیں اور کشمیری مسلمانوں کو ورغلانے کے منصوبے کیوں بنائے؟

منظور احمد قادیانی نے دوسری دلیل یہ دی ہے کہ گورداسپور قادیانی اکثریت کا علاقہ ہے۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے سے یہ غیر مسلم اکثریت کا ضلع بن جائے گا۔ اس سے پاکستان کا موقف کمزور ہو گا اور ہندوستان کو فائدہ پہنچے گا۔ دراصل باؤنڈری کمیشن کے سامنے قادیانیوں نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اپنا الگ محضر نامہ پیش کیا تھا جسٹس محمد منیر نے لکھا ہے کہ وہ اس وقت حیران ہو گئے جب قادیانی وکیل الجہانی بشیر احمد ایڈووکیٹ اپنا الگ کیس پیش کرنے گئے[3]۔ اس سے پاکستان کے موقف کو نقصان پہنچا اور گورداسپور کا علاقہ بھارت کو مل گیا اور اسے کشمیر پر غاصبانہ قبضہ جمانے کے لیے راستہ مل گیا۔ قادیانیوں نے اس وقت سازش کر کے یہ حصہ بھارت کو دلوا دیا اور سر ظفر اللہ نے مرزا محمود کے صلاح مشورے سے مسلم لیگ کا کیس ایک خاص انداز سے پیش کیا[4]۔ اب گورداسپور کا ضلع بھارت کے پاس ہے اس سے کشمیر کی تحریک آزادی کا براہ راست کوئی تعلق نہیں دکھائی دیتا پاکستان کے کشمیر تک پہنچنے کے کئی راستے ہیں اس لیے اس ضلع کی اس وقت تو اہمیت تھی کہ اسے بھارت میں شامل نہ ہونے دیا جاتا اور کشمیر تک پہنچنے کے بھارتی عزائم ناکام بنا دیئے جاتے اب معاملہ ختم ہو چکا ہے اب یہ ضلع متنازعہ حصہ نہیں اور اس کے غیر مسلم اکثریت کا علاقہ قرار پانے سے کشمیریوں کے موقف کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔

منظور احمد قادیانی نے تیسری دلیل یہ دی ہے کہ اس قرارداد سے وادی کے قادیانی الحاق پاکستان کا خیال دل سے نکال دیں گے تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ چند ہزار قادیانی جو پہلے ہی سے مرزا محمود کے فرمودات کے مطابق اکھنڈ بھارت کے حامی اور مؤید ہیں[5] اور جنہوں نے ۱۹۷۱ء کے المیہ میں اپنے مسلم کش رویہ کا ثبوت بہم پہنچا دیا ہے کھلے مخالف ہو بھی جائیں تو کیا اثر پڑتا ہے کشمیر کے چالیس لاکھ غیور مسلمان تو اس کے حامی ہیں مولانا میر واعظ کشمیر یوسف شاہؒ اور دیگر روحانی بزرگوں کے لاکھوں مرید اور مسلم کانفرنس کے کارکن اس کے پر زور حامی ہیں اور وہ اس مسئلہ پر مسلمانوں کے ہمنوا ہیں۔

منظور احمد قادیانی آخر میں لکھتے ہیں کہ قادیانیوں نے آزاد کشمیر حکومت قائم کرنے میں مدد دی اور اس کے بانی صدر انور غلام نبی گلکار قادیانی تھے۔ قادیانیوں کا یہ اتنا بڑا جھوٹ ہے کہ جتنا مرزا صاحب قادیانی کا دعویٰ نبوت! اس کی بار بار تردید کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ انور ایک فرضی نام تھا[6] کیونکہ اس وقت کسی آدمی کا واضح نام لینا سیاسی مصلحتوں کے خلاف تھا لیکن ایک قادیانی غلام نبی خود ساختہ انور بن بیٹھے ہیں حالانکہ وہ اس وقت کشمیر میں تھے۔

آخر میں منظور احمد قادیانی لکھتے ہیں کہ سر ظفر اللہ نے کشمیر کا کیس اقوام متحدہ میں پیش کیا اوّل تو سر ظفر اللہ خاں پاکستان کا ملازم تھا اس نے اس لحاظ سے کیس پیش کیا دوسرے اس کیس کے بعد ہی مسئلہ کشمیر الجھا کر موقف کو نقصان پہنچا۔ سر ظفر اللہ نے تحدیث نعمت میں تسلیم کیا ہے کہ ان کو مسئلہ کشمیر کا صحیح علم نہ تھا لیکن اقوام متحدہ میں کیس لے جانا پڑا۔

مفتی عتیق اللہ شاہ کا بیان

آخر میں ہم قادیانیوں کی بعض سازشوں کا ذکر کرتے ہیں جو مسئلہ کشمیر کے سلسلہ میں کی گئیں۔ شمس العلماء حضرت مولانا سید عتیق اللہ شاہ مفتی اعظم پونچھ تحریر فرماتے ہیں۔

(۱) ۱۹۳۱ء میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی تشکیل دی گئی" خلیفہ قادیان بھی اپنے بااثر حواریوں کی امداد سے اس کمیٹی کے رکن بن گئے اور اپنی عادت اور فطرت کے مطابق کمیٹی کو ناکام بنانے، تحریک کو ختم کرنے ڈوگرہ راج کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لیے جوڑ توڑ میں مصروف ہو گئے چنانچہ ان کی پس پردہ کارروائیوں کو علامہ اقبالؒ نے شدت سے محسوس کیا اور اصلاح احوال کے لیے کمیٹی کے جدید انتخاب کی طرح ڈالی تاکہ مرزائیوں کا اس امدادی کمیٹی سے اخراج ہو سکے۔ قائد ملت (چوہدری غلام عباس مرحوم) اور ان کے رفقائے کار نے علامہ مرحوم کے اس اقدام کی پر زور حمایت کی" [7]

(۲) مسلمانان ریاست جموں و کشمیر کی واحد سیاسی جماعت آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے مخلص ارکان، فرقہ مرزائیہ کے ملت کش عزائم سے واقف تھے اس لیے مسلم کانفرنس کے آئین میں ایسی دفعات شامل کر لی گئیں جن کی رو سے مرزائیوں کے لیے اس جماعت کے دروازے بند کر دیئے گئے لیکن یہ لوگ بھی کب نچلے بیٹھنے والے تھے کشمیر میں تنخواہ دار ایجنٹوں کی ایک کھیپ بھیج دی گئی۔ سری نگر سے 'اصلاح' نام کا ایک ہفتہ وار اخبار جاری کر دیا گیا اور نہایت ہوشیاری سے ایک طرف تو مسلمانوں کے متاع ایمان پر ڈاکے ڈالنے شروع کر دیے اور دوسری طرف مسلمان اکابرین ملت اور مسلم کانفرنس کے خلاف مکروہ

---

[1] آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد۔ منظور احمد" پریس لاہور
[2] مسئلہ کشمیر — مختار ا
[3] قادیانی مذہب
[4] ملاحظہ
[5]

[illegible] قادیانی [illegible]

مجلس احرار اسلام ملتان
[illegible] وسیاست
تاریخ احمدیت جلد دہم
[illegible] ۱۹۴۷ء
الفضل قادیان ۱۵ر اپریل
[6] الفتح کراچی ۱۷ر مئی ۱۹۷۳ء
[7] الحق اکوڑہ خٹک، جنوری ۱۹۷۳ء
آزاد کشمیر میں مرزائیوں کے ہتھکنڈے

پروپیگنڈا کی بنیاد ڈال دی۔۔۔۔ اصلاح نے مسلمانان کشمیر کی تحریک آزادی کو نقصان پہنچانے کی مہم کو آخیر وقت تک جاری رکھا۔ صد ۱۴

۳۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ جب کشمیر میں (۱۹۴۶ء) شیخ عبداللہ نے کشمیر چھوڑ دو تحریک چلائی تو مرزا محمود نے بڑے شرمناک انداز سے ڈوگرہ غاصب مہاراجہ ہری سنگھ کی حمایت شروع کر دی ۔ اور کشمیری مسلمانوں کی آزادی کا دم بھرنے والے ان فریب کاروں نے تحریک آزادی کشمیر کو ذاتی اغراض کے لیے نقصان پہنچانے میں ذرا تامل نہ کیا۔

(۴) مفتی اعظم پرنچھ رقم طراز ہیں " ۱۹۴۶ء کی تاریخی اور انقلابی قرار داد آزادی کے منظور کرنے کے بعد جب ڈوگرہ حکومت نے قائد ملت چوہدری غلام عباس خاں اور آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے دوسرے ممتاز کارکنوں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا تو ان کی عدم موجودگی میں مرزائیوں کو پھر موقع مل گیا کہ وہ ریاستی سیاسیات میں گھس بیٹھیں کر اپنی دیرینہ آرزوؤں کو پورا کریں چنانچہ انہوں نے جہاد آزادی کے دوران میں فرقان بٹالین کے نام سے ایک فوج مرتب کی جو خالص مرزائیوں پر

مشتمل تھی (موجودہ خلیفہ مرزا ناصر احمد اس کا سربراہ تھا) دراصل اس فوج کی ترتیب اس لیے عمل میں لائی گئی تھی کہ اس کے نام پر یہ اپنے ڈار کو منظم و مسلح کر سکیں گے ۔۔۔۔۔۔ مرزائیوں کی اس فوج نے بے شمار اسلحہ حاصل کر کے اور راشن کپڑا وغیرہ ہتھیا کر اسے نہایت بے دردی سے ضائع کیا اس کے علاوہ بقول اخبار آزاد لاہور۔ "تنسیخ جہاد کا عقیدہ رکھنے والی امت مرزائیہ نے فرقان بٹالین کے نام پر مرزائیوں کی جدا فوج بنا کر جہاد

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

صدر پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کے نام

رابطہ عالم اسلام کے ناظم کا برقیہ

رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سیکرٹری جناب محمد صالح القزاز نے صدر پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو کے نام ایک تار میں آزاد کشمیر اسمبلی کی اس قرار داد کی تعریف کی ہے ۔ جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے۔

مکہ معظمہ کے روزنامہ الندوۃ نے اپنی ۱۸ رجون کی اشاعت میں صدر بھٹو کے نام اس تار کی خبر شائع کی ہے — تار میں کہا گیا ہے کہ رابطہ عالم اسلامی حکومت آزاد کشمیر کی اس قرارداد پر کہ قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں نہایت خوشی اور اطمینان محسوس کرتا ہے یہ نہایت حکیمانہ موقف ہے۔

کیونکہ جناب صدر پر مخفی نہیں کہ یہ جماعت جو اسلام کا دعویٰ کرتی ہے ایسے فاسد عقائد کی حامل ہے جن کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

رابطہ عالم اسلامی نہ صرف اس قرار داد کی تائید کرتا ہے بلکہ دوسری اسلامی حکومتوں سے بھی یہ امید رکھتا ہے کہ وہ بھی اس قسم کی قرار دادیں منظور کریں گی — اور — اور اس گمراہ فرقے کے شر سے مسلمانوں کو نجات دلائیں گی جو عام مسلمانوں کو گمراہ کر رہا ہے — اور اس قرار داد کی منظوری پر میں آپ کی خدمت میں بحیثیت سیکرٹری رابطہ عالم اسلامی اپنا سلام اور احترام پیش کرتا ہوں۔

نص برقية الامين العام للرابطة للرئيس الباكستاني حول القاديانية

بمناسبة القرار الحكيم الذى اتخذته حكومة ازاد كشمير باعتبار القاديانية اقلية غير مسلمة ..

ابرق معالى الامين العام لرابطة العالم الاسلامي لفخامة الرئيس الباكستاني علي بهوتو بالبرقية التالية :
حضرة صاحب الفخامة السيد علي بهوتو
رئيس الجمهورية الاسلامية الباكستانية
اسلام اباد ..

صدر بھٹو کے نام ایک برقیہ

ان رابطة العالم الاسلامي وقد اطلعت على القرار الذى اتخذته حكومة ازاد كشمير باعتبار القاديانية اقلية غير مسلمة ، لتشعر بكثير من الغبطة والاطمئنان لهذا الموقف الحكيم ، فانه غير خاف على فخامتكم ما تحمله هذه الجماعة التي تدعى الاسلام من معتقدات فاسدة لا تمت الى الدين الحنيف بشيء ..

ورابطة العالم الاسلامي اذ تؤيد هذا القرار التاريخي ، ترجو من الدول الاسلامية أن تتخذ قرارا مماثلا يخلص المسلمين من شرور هذه الفئة الضالة ويمنعهم من ممارسة نشاطاتهم واغراء العامة من المسلمين بأباطيلهم وخداعهم .. وانتهز هذه المناسبة لاقدم لفخامتكم اسمى التحية والاحترام ..

الامين العام لرابطة العالم الاسلامي
محمد صالح القزاز

تمام اسلامی ملک قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیں

رابطہ عالم اسلامی کے ناظم اعلیٰ کی اپیل

رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سیکرٹری محمد صالح القزاز نے دنیا کے تمام اسلامی ملکوں سے اپیل کی ہے وہ اپنے ملکوں میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیں۔ اور مسلمان ملکوں میں اس گمراہ فرقے کو اپنا شر پھیلانے کی اجازت نہ دی جائے۔ رابطہ کے ترجمان "اخبار العالم الاسلامی" کی ۱۱ رجون ۷۳ء کی اشاعت میں رابطہ کے سیکرٹری جنرل کا یہ بیان شائع ہوا ہے اس میں آزاد کشمیر کی اسمبلی نے قادیانیوں کے بارے میں جو قرار داد منظور کی ہے اس کی تعریف کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ قرار داد تمام مسلمان ملکوں کے لیے لائق تقلید ہے اور اس پر صدر آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم اور ان کی پارٹی کے تمام ارکان قابل مبارک باد ہیں۔

اخبار العالم الاسلامی" نے اپنے اداریے کالم میں آزاد کشمیر اسمبلی کی قرار داد پر تبصرہ ۔۔۔ و سالمیت کو پارہ پارہ کرنے میں برابر کے شریک ہیں ان کا نظریہ یہ ہے کہ پاکستان کا اتحاد اور اس ۔۔۔ ہے کہ اس فرقے کے لوگ حکومت پاکستان کی کلیدی اسامیوں پر قبضہ جمائے بیٹھے ہوئے ہیں ۔۔۔ رہنا اتنا ہی خطرناک ہے جتنا کہ ہندوستان کا پاکستان کی سرزمین کو ہڑپ کرنے ۔۔۔ صرف پاکستان بلکہ تمام اسلامی حکومتوں کو قادیانیوں کو صاف صاف

اخبار العالم الاسلامي

صحيفة اسلامية اخبارية جامعة تصدر كل يوم اثنين عن ادارة الصحافة والنشر برابطة العالم الاسلامي بمكة المكرمة

السنة السابعة – العدد ۳۳۱ – الاثنين ۱۰ جمادى الاولى ۱۳۹۳ هـ الموافق ۱۱ حزيران (يونيو) ۱۹۷۴ م – ۲۱ الجوزاء ۱۳۵۱ شمسية

استقبال حافل لجلالة الفيصل المعظم في الجزائر الشقيقة

القاديانية أقلية غير مسلمة

الامين العام للرابطة يدعو الحكومات الاسلامية الى اتخاذ موقف تحذيري وموحد تجاه هذه الفرقة الضالة المضللة

افل لرائد التضامن بالجزائر

كلمة العدد

استقبال

ہوئے لکھا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیانی پاکستان کے اس ۔۔۔
لیت ان کے عزائم کی تکمیل کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے یہ افسوس کی بات ۔۔۔
دفاع اور محکمہ خارجہ میں انہیں اہم عہدے حاصل ہیں ۔۔۔
خطرناک ہے اس پس منظر میں ۔۔۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت

قرآن و حدیث کی روشنی میں

مولانا محمد اسحاق صدیقی مدظلہ، سابق شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ حال مدرس جامعہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی

تحریک خدام اہلسنت والجماعت پاکستان کی چوتھی سالانہ دو روزہ عظیم الشان "سنی کانفرنس" زیر نگرانی حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب امیر خدام اہل سنت والجماعت صوبہ پنجاب، بمقام بھیں تحصیل چکوال ۲۱، ۲۲ محرم ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۵، ۲۶ فروری منعقد ہوئی۔ اس موقع پر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب نے مندرجہ ذیل خصوصی بیان ارسال فرمایا

الحمد للہ الملک العزیز المبین والصلوٰۃ والسلام علی سید الاوّلین والآخرین خاتم النبیین محمد ن الذی لا نبی بعدہٗ وعلیٰ خلفاء الراشدین المہدیین واصحابہ الذین نصروا الدین المتین وکانوا ھداۃً مھتدین وعلیٰ ازواجہ وذرّیتہٖ واتباعہٖ اجمعین۔

امّا بعد:-

دین اسلام اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا آخری دین ہے اور قیامت تک اسی کی پیروی ذریعۂ نجات ہے۔ اسی لیے حق تعالیٰ جل شانہٗ نے اس کی بقاء اور اس کے تحفظ کے ایسے اسباب پیدا فرما دیے کہ جن کے ہوتے ہوتے اس میں کسی تغیّر کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ منجملہ ان اسباب کے یہ ہے کہ اس کے اوّلین متبعین کو سیاسی قوت و طاقت عطا فرمائی گئی اور اسے کتاب و سنت کا محافظ و ناصر بنا دیا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اس دنیا سے تشریف لے گئے تو پورا عرب مسلمانوں کے زیر نگیں ہو چکا تھا اور تخت رومی و تاج کیانی کی پامالی چند دن کی بات رہ گئی تھی۔

سلطان الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وہ مرحلہ آیا جب دین کی حفاظت و اشاعت کا بار امّت مسلمہ کے کاندھوں پر رکھ دیا گیا۔ اس بارِ عظیم کو صحابہ کرامؓ رضی اللہ عنہم نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ اٹھا لیا۔ اور بلاشبہ اس کا حق ادا کر دیا۔ اس وقت ان کی سربراہی جس عظیم شخصیت نے کی ان کا نام نامی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ و جانشین مقرر ہوئے اور مقصدِ نبوی کی تکمیل میں مصروف ہو گئے۔

سیّد الاوّلین والآخرین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی جانشینی اور خلافت کوئی معمولی منصب نہیں اس عظیم الشان منصب پر سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کا تقرر کس طرح ہوا؟ کیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موصوف کو اپنا ولی عہد مقرر فرمایا تھا یا کوئی وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد ابوبکرؓ کو میرا خلیفہ مقرر کرنا؟ یا مسلمانوں نے صرف اپنی رائے سے آں محترمؓ کو اپنا امام اور خلیفۂ رسولؐ منتخب کر لیا؟ ان سوالات کا حل آئندہ سطروں میں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی پسندیدہ خلافت

خلیفۂ اوّل سیدنا و امامنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرامؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ و جانشین مقرر کیا اور آپ ممدوح اس منصب عظیم پر انتخاب کے ذریعہ سے فائز ہوئے لیکن یہ انتخاب صرف اپنی رائے اور اجتہاد سے نہ تھا بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی اور آنحضورؐ کے دلی منشاء پر مبنی تھا۔ جمہور صحابہؓ پر یہ بات واضح ہو گئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہی تھی کہ ان کے اوّلین جانشین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوں۔ اس وجہ سے انہیں اس منصب کے لیے منتخب کیا۔ بعض حضرات کو ابتدا میں اس کا علم نہیں ہوا۔ جب آپ خلافت پر متمکن ہو گئے تو کچھ دنوں کے بعد سب مسلمانوں پر یہ حقیقت منکشف ہو گئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی مرضی تھی۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم انہی کو اپنا خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔

خلافتِ صدیقی کا ثبوت قرآن مجید سے

حضرت صدیق اکبرؓ امام برحق تھے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی و خوشنودی اسی میں تھی کہ وہ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین بنائے جائیں۔ گویا اللہ تعالیٰ کا حکم یہی تھا اور مسلمانوں کو یہی کرنا چاہیے تھا جو انہوں نے کیا۔ حق تعالیٰ جل شانہٗ جو حکم اپنے بندوں کو دیتے ہیں اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک صورت تو یہ ہوتی ہے کہ حکم دے کر اس کی تعمیل بندے کے ارادے پر چھوڑ دی جاتی ہے۔ بندہ اپنے ارادے سے اس کی تعمیل کرتا ہے۔ اگر ارادہ نہ کرے تو تعمیل نہیں ہوتی۔ مثلاً حق تعالیٰ نے نماز کا حکم دیا۔ مگر اس کی ادائیگی خود بندے کے ارادے پر موقوف ہے۔ اور حق تعالیٰ جل شانہٗ کی مرضی یہ ہے کہ بندہ اپنے ارادے سے نماز پڑھے۔ اگر وہ ارادہ نہ کرے تو گنہگار ہو گا۔

دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی فعل کا حکم دیں اور اسے کرنے کا ارادہ بھی بندے کے دل میں پیدا فرما دیں۔ گویا حکم کے ساتھ اس پر عمل کی توفیق خاص بھی عطا فرما دیں۔ اور بندے کا ذہن اس کی تعمیل ہی کی طرف جائے کسی دوسری طرف رُخ نہ کرے۔ اور جب اس پر عمل ہو جائے تو بندے پر یہ بات منکشف ہو جائے کہ یہی حکم الٰہی تھا اور میرا عمل مرضیٔ الٰہی کے عین مطابق ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو آپس میں اتحاد اور اتفاق کا حکم دیا۔ لیکن اسے مخاطبین کے ارادے پر موقوف نہیں رکھا بلکہ ان کے قلوب میں باہمی الفت و محبت پیدا فرما دی۔ جس سے خود بخود ان کا میلان اتحاد کی طرف ہو گیا۔ اور باہمی اتحاد حاصل ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا —

ترجمہ: اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں باہمی الفت پیدا فرما دی۔ کہ اس کی نعمت سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:-

لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ۔

ترجمہ: اگر آپ زمین کی ہر چیز خرچ کر دیتے تو بھی ان کے دلوں میں باہمی الفت نہ پیدا کر سکتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان باہمی الفت پیدا فرما دی۔

یعنی جس اتحاد کا ہم نے حکم دیا تھا اس کی تعمیل کی توفیق خاص ہم نے خود اس طرح عطا فرما دی کہ تمہارے دلوں میں الفت باہمی پیدا فرما دی اور ہر مسلمان کے دل کو دوسرے مسلمانوں

کی طرف مائل کر دیا۔

اسی طرح جب یہ مسئلہ سامنے آیا کہ مسلمانوں کو نماز کے لیے کس طرح جمع کیا جائے تو خاصا وقت اسی فکر میں گزر گیا تو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب میں ایک فرشتے کو آذان دیتے ہوئے دیکھا۔ اور کلمات آذان انہیں یاد رہ گئے۔ ان کا خواب سننے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آذان ہی کو نماز کے لیے جمع کرنے کا طریقہ بنا دیا۔ جب اس پر عمل درآمد ہو گیا تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ حکم الٰہی یہی تھا اور حق تعالیٰ شانہٗ کی مرضی یہی تھی۔

نصِ قرآنی سے خلافتِ صدیقیؓ کا ثبوت

مندرجہ بالا تمہید کی روشنی میں قرآن مجید پر نظر کیجئے تو مہر نیمروز کی طرح روشن ہو جائے گا کہ خلافت صدیقیؓ مرضیٔ الٰہی اور اللہ تعالیٰ کا حکم بھی تھا کہ انہی کو خلیفہ بنایا جائے۔ اگر کسی دوسرے کو جانشین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم بنایا جاتا تو امت گرفتار وبال ہوتی۔ بطور نمونہ آیت استخلاف پیش کرتا ہوں۔

آیت استخلاف سورہ نور پارہ ۱۸ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا ارشاد ہے:-

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۚ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ۚ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

ترجمہ: وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں سے جو ایمان لا چکے تم میں سے اور اعمال صالحہ کر چکے کہ ضرور بالضرور خلیفہ بنائے گا انہیں زمین میں۔ جیسے خلیفہ بنایا تھا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے۔ (مثلاً حضرت یوشع کو حضرت موسیٰ کا خلیفہ بنایا) اور ضرور بالضرور قوی اور پائیدار کر دے گا ان کے لیے دین کو وہ دین جسے پسند کیا اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے۔ اور ضرور بالضرور بدل دے گا ان کے خوف کو امن سے۔ وہ لوگ ہمیشہ میری پرستش کرتے رہیں گے اور شریک نہ بنائیں گے میرے ساتھ کسی چیز کو۔ اور جو کوئی ناشکری کرے گا بعد اس کے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

اس آیت مقدسہ میں حق تعالیٰ جل شانہٗ نے مسلمانوں سے تین وعدے فرمائے ہیں:

اوّل: انہیں خلافت و امامت کے منصب پر سرفراز فرمایا جائے گا۔

دوم: تمکین دین عطا ہوگی۔ یعنی دین اسلام ایسا محفوظ ہو جائے گا کہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

سوم: خوف کے بعد انہیں امن و امان کی زندگی نصیب ہوگی اور وہ بے خوفی کے ساتھ بے خرخشہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی عبادت و طاعت اور ان کے دین کی اشاعت میں مصروف رہیں گے۔

وعدہ کس سے ہے؟

یہ وعدہ استخلاف بداہۃً صحابہ کرامؓ سے تھا جو آیت میں مخاطب ہیں۔ کسی فہم سلیم رکھنے والے کے نزدیک دوسرا احتمال نکل ہی نہیں سکتا۔ آیت میں لفظ مِنْكُمْ (تم سے) قطعی اور یقینی طور پر بتا رہا ہے کہ مخاطب وہی حضرات ہیں جو نزول آیت کے وقت موجود تھے۔ اس سے قطع نظر بھی فہم سلیم کے نزدیک یہ بات بدیہی ہے کہ ہر آیت میں وہ لوگ یقیناً مخاطب تھے جو نزول قرآن کے وقت موجود تھے۔ بعد میں آنے والے لوگوں کو خطاب میں داخل کرنے کے لیے دلیل کی احتیاج ہوتی ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ یہ وعدہ خلافت و امامت صحابہ کرامؓ ہی سے فرمایا گیا تھا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ وعدہ زمانہ نبوت کے بعد کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے ورنہ خطاب رسولؐ سے ہوتا نہ کہ امت سے۔

یہ بات بھی بالکل بدیہی ہے کہ کسی قوم کو خلافت عطا فرمانے کا مفہوم یہ نہیں ہوتا کہ اس کے ہر فرد کو خلیفہ اور امام بنا دیا جائے۔ بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے کسی فرد کو اس منصب پر قائم کیا جائے۔ لیکن وہ فرد اسی قوم میں سے ہوتا ہے۔ اس لیے یہ شرف پوری قوم کو حاصل ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے خلافت کا انتساب پوری قوم کی طرف کیا جاتا ہے۔ مثلاً ہمارے زمانہ میں لوگ کہتے ہیں کہ فلاں سیاسی پارٹی کی حکومت ہے۔ حالانکہ پارٹی کا ہر فرد حکومت میں حصہ دار نہیں ہوتا۔ اسی طرح صحابہ کرام کو عطائے خلافت کے معنی یہ ہیں کہ ان میں سے کسی فرد کو اس منصب عظیم پر فائز کیا جائے گا۔

امر بصورت وعدہ

یہ بات بھی بالکل ظاہر ہے کہ اعطائے خلافت کا یہ مطلب نہیں کہ آسمان سے کوئی تخت نمودار ہوگا جس پر کسی شخص کو بٹھا دیا جائے گا۔ اور غیب سے ندا آئے گی کہ یہ خلیفۃ اللہ ہے۔ اس کی اطاعت کرو۔ یا کسی اور خارق عادت طریقے سے خلافت قائم ہوگی۔ بلکہ اس کا صاف اور صریح مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائیں گے کہ وہ کسی شخص کو خلیفہ اور امام منتخب کر کے نظام خلافت قائم کریں۔ لیکن اگر وہ کسی کو منتخب ہی نہ کرتے تو خلافت کس طرح قائم ہوتی! یہ احتمال خارج از قیاس نہیں۔ کیونکہ انتخاب خلیفہ فعل اختیاری ہے۔ لیکن باوجود اس کے وعدہ بصیغہ تاکید اکید فرمایا گیا۔ یعنی (لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ) لام تاکید اور نون تاکید کے ساتھ لایا گیا۔ جس سے حسب قاعدہ عربی تاکید در تاکید ہو گئی۔ اور ترجمہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ انہیں ضرور بالضرور خلیفہ بنائیں گے۔

جب بندے کے کسی فعل اختیاری کے وقوع کی خبر خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنی تاکید اور یقین دہانی کے ساتھ دی جائے۔ اور وہ فعل محمود بھی ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اور وہ فعل مامور بہ ہے اور وہ خبر یا وعدہ درحقیقت "امر" ہے۔ جس کا اظہار بصورت وعدہ فرمایا گیا ہے۔ گویا صحابہ کرامؓ سے فرمایا جا رہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تم خلیفہ کا انتخاب کرنا۔ ہماری توفیق خاص تمہاری رفیق ہوگی اور یہ نظام خلافت ہمارا موعودہ اور پسندیدہ نظام خلافت ہوگا۔

امر بصورت وعدہ کی حکمتیں

اللہ تعالیٰ شانہٗ کو منظور تھا کہ دین اسلام تا قیام قیامت باقی رہے۔ اس لیے اس کی حفاظت کے اسباب اور ذرائع پیدا فرمائے گئے منجملہ ان کے ایک ذریعہ یہ پیدا فرمایا گیا کہ ایک لاکھ سے زائد افراد پر مشتمل ایک بہت بڑی جماعت کو اتباع کتاب و سنت کا مکمل نمونہ بنا دیا گیا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انہیں اقتدار بھی عطا فرمایا گیا تاکہ وہ ہر طرح دین کی حفاظت و اشاعت کر سکیں۔ اور دشمنان دین سے اسے اس طرح محفوظ کر دیں کہ تا قیام قیامت کوئی اسے ضرر نہ پہنچا سکے۔ نظام خلافت کا قیام اس اقتدار کی عملی شکل تھی جس کے لیے کسی خلیفہ کا انتخاب لازم تھا۔ اس مرحلے پر باوجود اخلاص لغزش کا بھی امکان تھا۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے صحابہ کرام کو بمنزلہ "جارحہ" بنا لیا کہ بظاہر تو وہ حضرات دین کی حفاظت اپنے ارادے سے کر رہے تھے لیکن درحقیقت حق تعالیٰ جل شانہٗ کا ارادہ اور لطف خاص اس طرح ان کے ارادے پر محیط تھا کہ وہ بلاتشبیہ اس طرح کام کر رہے تھے جیسے دست کاتب میں قلم۔ اس لیے "امر" کو بصورت وعدہ ذکر فرمایا گویا یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اس کام کے حکم کے ساتھ ہم اس کی توفیق خاص بھی انہیں دیں گے اور تمہاری نگرانی کریں گے تاکہ تم سے کوئی غلطی نہ

ہو۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تم سے کوئی غلطی اس معاملے میں نہ ہوگی۔ اور تمہارا انتخاب بالکل صحیح انتخاب ہوگا۔

دوسری حکمت اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا ارشاد ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔ بے شک ہم نے ذکر "یعنی قرآن مجید اور سنتِ نبوی" نازل فرمایا ہے اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

یہ حفاظت دین کا وعدہ ہے۔ اور اس کے ایفا کی صورت یہ ہوئی کہ بہت قوی اسباب پیدا فرما دیے گئے۔ مثلاً حفظ قرآن کی توفیق امت کو عطا فرمائی گئی۔ اس کی نقل کو متواتر بنا دیا گیا وغیرہ۔ لیکن دین کے لیے یہ خطرہ پھر بھی باقی رہ جاتا تھا کہ کہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قوم سیاسی اعتبار سے مغلوب نہ ہو جائے یا انتخاب حکمران میں غلطی سرزد نہ ہو جائے۔ جس کا اثر یہ ہو کہ دین بحیثیت مجموعی محفوظ نہ رہے۔ اور کسی دوسری قوم کے سیاسی غلبہ کی وجہ سے دین کی حفاظت نہ ہو سکے یا اس کی اشاعت میں رکاوٹ پیش آئے اور آئندہ نسلوں کو اس کا کوئی صحیح عملی نمونہ نہ مل سکے۔ اس لیے آیت مذکورہ میں مذکورہ وعدہ حفاظت کا تقاضا یہ تھا کہ دین "بحیثیت مجموعی" کی سیاسی حفاظت کا وعدہ بھی فرمایا جائے اور صحابہ کرام کو اس طرز پر حفاظت و اشاعتِ دین کا حکم بصورت وعدہ دیا جائے۔ اسی طرح جیسے "اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" میں وعدہ حفاظت فرمایا گیا۔ مگر حفاظت قرآن کو امت پر فرض کیا گیا۔

تیسری حکمت نبی اکرم صلی اللہ کی وفات کے بعد سلسلہ وحی منقطع ہو چکا تھا۔ اگر امر خلافت بصورت "امر" ہی ہوتا تو صدیق اکبرؓ کا انتخاب کرنے کے بعد صحابہ کرامؓ کو یہ فکر ہوتی کہ ہم نے "حکم الٰہی" پر مرضیٔ الٰہی کے مطابق عمل کیا ہے یا نہیں؟ اس کے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا۔ اس لیے امر بصورت وعدہ فرمایا گیا تاکہ انتخاب کے بعد وہ مطمئن ہو جائیں کہ ہم نے جو کچھ کیا ہے وہ عین مرضیٔ الٰہی تھا۔

چوتھی حکمت اس کام کی عظمت کی اہمیت اور اس کا شرف ظاہر فرمانے کے لیے استخلاف کو اپنی طرف منسوب فرما کر بصورت وعدہ ذکر فرمایا گیا ہے۔ جیسے فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم۔

ترجمہ: پس تم نے انہیں (کفار کو) نہیں قتل کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قتل کیا ہے۔

دیکھیے قتل کفار کو جو صحابہ کرامؓ کا فعل تھا حق تعالیٰ نے اپنی جانب منسوب فرمایا تاکہ اس کی اہمیت، اس کا شرف اور حق تعالیٰ کے نزدیک اس کی پسندیدگی کا اظہار ہو۔ اسی طرح زیر تفسیر آیت میں بھی خلافت صدیقی کی اہمیت عظمت اس کا شرف اور اس خلافت کے متعلق اپنی پسندیدگی کے اظہار کے لیے امر بصورت وعدہ ذکر فرما کر استخلاف کو اپنی ذات اقدس کی طرف منسوب فرمایا گیا ہے۔

نتیجہ بحث

مندرجہ بالا سطور میں جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس کا اختصار یہ ہے کہ آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ شانہٗ نے صحابہ کرامؓ کو خلافت سے نوازنے کا وعدہ فرمایا۔ اور وعدے کے پیرائے میں انہیں انتخاب خلیفہ کا حکم بھی دیا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ غلط نہیں ہو سکتا۔ اس لیے جب آیت نازل ہوئی تو یہ بات یقینی اور قطعی ہو گئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرامؓ کسی کو اپنا امام اور خلیفۂ رسولؐ بنائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی واقعہ ہوا۔ جب واقعہ ہو گیا تو یہ بات روز روشن سے زیادہ روشن ہو گئی۔ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ امام برحق ہیں۔ اور انہیں کو خلیفہ بنانے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا۔ بلکہ کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے انہیں مقرر فرمایا تھا۔ کیونکہ استخلاف کی آیت میں حق تعالیٰ نے خود اپنی ذات اقدس کی طرف منسوب فرمایا ہے اگر معاذ اللہ ان کی خلافت کو باطل کہا جائے تو لازم یہ آتا ہے کہ معاذ اللہ حق تعالیٰ شانہٗ نے وعدہ خلافی کی۔ وعدہ تو کیا مگر خلافت قائم کرنے کی ہدایت نہ فرمائی۔ بلکہ باطل سربراہ کے ماتحت کر دیا۔ تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیراً۔

دوسری خرابی یہ لازم آتی ہے کہ استخلاف کا انتساب حق تعالیٰ جل شانہٗ کی طرف صحیح نہ رہے۔ وعدہ استخلاف اور حق تعالیٰ شانہٗ کی جانب اس کے انتساب کا مطلب یہ ہے کہ موعود لہم جو خلافت قائم کریں گے وہ صحیح ہوگی۔ اس بارے میں ان سے غلطی نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ حق تعالیٰ اس کی صحت اور حقانیت کے خود کفیل اور ضامن ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اسے اپنی جانب منسوب کیوں فرماتے۔

اس واقعہ کا انکار نہیں ہو سکتا کہ حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ منتخب ہوئے۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ یہ انتخاب غلط تھا اور یہ خلافت موعودہ نہ تھی تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ خلافت تو پائی گئی مگر استخلاف نہیں پایا گیا۔ حالانکہ کفالت کے معنی یہ ہیں کہ جن لوگوں سے یہ بات فرمائی گئی تھی وہ انتخاب خلیفہ اور نظام خلافت قائم کرنے میں کبھی غلطی نہ کرتے۔

بطور مثال فرض کیجیے۔ ایک بادشاہ کسی شخص سے کہے کہ میں بذاتِ خود تمہارا تقرر کلکٹری کے عہدے پر کروں گا۔ تم درخواست لکھو۔ مگر جب وہ درخواست دے تو بغیر منظوری کسی مل مالک کے حوالے کر دے جو اسے اپنے کارخانہ میں چپڑاسی کی جگہ دے دے تو کیا بادشاہ پر یہ اعتراض نہ کیا جائے گا کہ اس نے غلط کہا تھا کہ میں بذاتِ خود تمہارا تقرر کروں گا۔ جب اس نے اس کی ذمہ داری لی تھی تو سائل کی درخواست دوسری جگہ کیوں جانے دی۔ اسی طرح جب یہاں یہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ خود انہیں خلافت عطا فرمائیں گے اور بہت تاکید کے ساتھ فرمایا گیا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اتباع ھویٰ کر کے خلاف مرضیٔ الٰہی نظام خلافت قائم کر لیتے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ کا انتخاب عین حکم الٰہی اور رضائے رب عظیم تھا اور ان کی خلافت وہی موعودہ خلافت تھی۔

ثبوت مدعا کے لیے تو اتنا کافی تھا مگر تنویر مزید کے لیے دو باتیں اور عرض کی جاتی ہیں۔

اول جب کسی سے کوئی کسی چیز کا وعدہ کرتا ہے تو ایفاء وعدہ کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ جب اس چیز کی حاجت ہوگی اس وقت وہ ضرور مہیا کی جائے گی۔ اگر احتیاج شدید کے وقت باوجود استطاعت و قدرت نہ مہیا کی جائے تو اسے وعدہ خلافی سمجھا جاتا ہے اگر دوسرے وقت مہیا بھی کر دی جائے تو بھی وعدہ خلافی کا داغ زائل نہیں ہوتا۔ اگرچہ شکایت میں کچھ کمی ہو جاتی ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ وعدہ کرنے والا اپنی غلطی پر نادم ہو کر مستقل احسان کے ذریعہ موعود لہ کے رنج کو دور کرنا اور اس کے تعلقات کو خوشگوار بنانا چاہتا ہے اسے ایفائے وعدہ نہیں سمجھا جاتا۔ جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آئندہ کے لیے وعدہ کرنے والے کے وعدوں پر اعتبار جاتا رہتا ہے۔ مثلاً ایک شخص اپنے پڑوسی سے حتمی وعدہ کرے کہ آڑے وقت پر تمہاری امداد کروں گا۔ پڑوسی کے گھر پر ڈاکو حملہ کر دیں اسے ماریں، مال لوٹ کر لے جائیں۔ اگر یہ وعدہ کرنے والا باوجود قدرت اور استطاعت اس کی طرف سے کوئی مدافعت نہ کرے تو اس کے فعل کو یقیناً وعدہ خلافی اور بے وفائی کہا جائے گا۔ اگر بالفرض کچھ مدت کے بعد اسے کچھ روپیہ پیسہ دے دے تو اسے ایفائے وعدہ نہیں کہا جا سکتا بلکہ مستقل تبرع کہا جائے گا اور وعدہ خلافی کے دھبے سے اس کا دامن بدستور داغدار رہے گا۔ بلکہ اگر پڑوسی شریف الطبع ہے تو ایسے وعدہ خلاف کا احسان لینا بھی

گوارا نہ کرے گا۔

اس اصول کو پیش نظر رکھ کر وعدۂ استخلاف پر غور فرمایئے۔ ظاہر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نظام خلافت قائم کرنے اور اس کے لیے خلیفہ منتخب کرنے کی شدید احتیاج تھی۔ وہ وقت مسلمانوں کے لیے سخت ترین وقت تھا۔ اور دین کے تحفظ اور اس کی بقا کے لیے نظام خلافت کا قیام ناگزیر تھا۔ اگر اس وقت بدنظمی پھیل جاتی یا زمام اقتدار نااہلوں کے ہاتھ میں چلی جاتی تو دین اسلام کا خاتمہ تھا۔ ایسی شدید احتیاج کے وقت بھی اگر ہم فرض کریں کہ معاذ اللہ حق تعالیٰ شانہٗ کا وعدہ پورا نہ ہوا ہو۔ اور خلافت صدیقیؓ موعودہ خلافت نہ تھی بلکہ اپنی اکتسابی اور اختراعی اور خلاف حکم رضاء الٰہی تھی تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ معاذ اللہ حق تعالیٰ شانہٗ نے وعدہ خلافی کی کہ ایسے وقت حاجت میں بھی وعدہ پورا نہ کیا۔ اگر بالفرض بعد خرابیٔ بسیار صحیح خلافت کی ہدایت بھی فرمائی تو اسے ایفائے وعدہ نہیں کہہ سکتے اور وعدہ خلافی کے عیب کو حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف منسوب کرنا پڑے گا۔ اعاذنا اللہ منہا۔ تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیرا۔ جو شخص حق تعالیٰ کے متعلق یہ کہے کہ انہوں نے وعدہ خلافی کی وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اس لیے مہر نیمروز سے زیادہ روشن ہو گیا کہ خلافت صدیقیؓ وہی خلافت تھی جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا اور قطعاً اور یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ خلافت تھی۔

دوم یہ کہ وعدۂ خلافت انعام کا اعلان ہے جس سے مقصود موعودلہم کی عزت افزائی اور انہیں مزید مدارج قرب سے نوازنا تھا۔ یہ بات بالکل ظاہر ہے جس سے کسی کو اختلاف کی مجال نہیں۔ اسی طرح یہ بات بھی ظاہر ہے کہ رضاء الٰہی کے خلاف نظام خلافت قائم کرنا ذلت آخرت اور حق تعالیٰ سے بُعد اور دُوری کا سبب ہے۔

ان امور کو پیش نظر رکھ کر غور کیجیے کہ اگر خلافت صدیقیؓ مطابق مرضی الٰہی نہ تھی تو لازم یہ آتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے وعدہ تو ان سے ان کی عزت افزائی اور انہیں اپنے قرب کے مزید مدارج عطا فرمانے کا کیا مگر اس کے بجائے انہیں ایسے کام میں مبتلا کر دیا جو ان کی ذلت آخرت اور حق تعالیٰ سے بُعد کا سبب بن گیا — کیا اسی کا نام ایفائے عہد ہے؟ اور کیا یہی حق تعالیٰ کی شان کرم کا تقاضا ہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے غلط راہ اختیار کر لی اس لیے ایفائے وعدہ نہیں کیا گیا تو سوال یہ ہو گا کہ ایسے لوگوں سے وعدہ ہی کیوں کیا گیا؟ اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہیں۔ جب انہیں علم تھا کہ یہ لوگ معاذ اللہ خلافت موعودہ حاصل کرنے کی بجائے نافرمانی کریں گے اور خلافت باطلہ حاصل کریں گے تو ان سے اس نعمت کا وعدہ ہی کیوں کیا؟ اس کے لیے کسی دوسری جماعت کو منتخب فرمایا ہوتا یہ تو معاذ اللہ انہیں اور دوسروں کو دھوکہ دینا ہوا۔ کیونکہ وہ اور دوسرے مسلمان آیت استخلاف کی بنا پر ہی سمجھے کہ خلافت صدیقیؓ موعودہ خلافت ہے۔ اگر خلافت صدیقی کو موعودہ اور موعود بہا خلافت نہ سمجھا جائے تو آیت کے اس جزء کے کوئی صحیح معنی نہیں بن سکتے اور نہ وعدۂ الٰہی کا ایفا سمجھ میں آسکتا ہے۔ اس لیے اس نص قرآنی کا اقتضا یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو موعودہ منصوصہ خلافت اور ممدوح کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ بلافصل اور امت کا امام برحق تسلیم کیا جائے اور ان کے تقرر کو من جانب اللہ مانا جائے۔

بعض اوقات شیعہ حضرات اس آیت کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ موعودہ خلافت حضرت علیؓ کی خلافت تھی اور ان کے زمانہ میں یہ وعدہ پورا ہوا۔ لیکن یہ غلط اور باطل ہے۔ اوپر جو ہم بیان کر چکے ہیں اسی سے اس کا بطلان واضح ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ:

اوّلاً ہم ثابت کر چکے ہیں کہ جب ایفائے وعدہ کی حاجت ہو اس وقت وعدہ پورا کرنا ایفائے وعدہ کہلاتا ہے۔ اگر اس وقت ایفاء نہ ہوا تو وعدہ خلافی کہلائے گی جس کا صدور اللہ تعالیٰ سے محال ہے۔ یہ عجب بات ہے کہ خلافت کی حاجت تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد فوراً پیدا ہوئی اور وعدہ اس کے کئی برس بعد پورا کیا گیا۔ جب حاجت بھی نسبتاً کم ہو گئی تھی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ حضرت علیؓ کی خلافت ہرگز اس آیت کی موعودہ خلافت نہ تھی بلکہ خلافت صدیقیؓ اس کا مصداق تھی۔

ثانیاً واضح کیا جا چکا ہے کہ نظام خلافت کا مقصد عظیم تحفظ کتاب و سنت تھا جیسا کہ خود اس آیت میں ولیمکنن لھم دینھم سے روشن ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد برسوں تک خلافت موعودہ سے امت کو محروم رکھنے کا نتیجہ یہ ہوتا کہ یہ دونوں چیزیں غیر محفوظ رہتیں۔ اگر ہم حضرت ابوبکرؓ کی بجائے حضرت علیؓ کی خلافت کو موعودہ خلافت اور خلافت صدیقؓ کو معاذ اللہ خلافت باطلہ قرار دیں تو ماننا پڑے گا کہ اتنے دن تک دین کے یہ دونوں سرچشمے غیر محفوظ رہے۔ پھر "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" کا وعدہ نہیں پورا ہوا؟ اور ان دونوں کی حفاظت کے متعلق اطمینان کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ اور ولیمکنن لھم دینھم کا حصول کس طرح متصور ہو سکتا ہے۔

بعض شیعہ گھبرا کر کہہ دیتے ہیں کہ جب ان کے امام غائب جنہیں وہ امام مہدی کہتے ہیں غار سر من رائی سے باہر آئیں گے اس وقت یہ وعدہ پورا ہو گا اور ان کی خلافت موعودہ خلافت ہے۔ اس قول کا باطل ہونا اظہر من الشمس ہے کیونکہ واضح کیا جا چکا ہے کہ وعدہ استخلاف ان حضرات سے تھا جو نزول آیت کے وقت موجود تھے۔ انہیں کے زمانہ میں وعدہ پورا ہونا لازم تھا اور وعدہ اسی صورت میں پورا ہو سکتا تھا جب انہیں کو نعمت خلافت ملتی۔ چنانچہ انہیں کو ملی اور وعدہ الٰہی پورا ہوا۔

شیعوں کا یہ قول باطل ہونے کے ساتھ ساتھ مضحکہ خیز بھی ہے۔ کیسی سادہ لوحی کی بات ہے کہ وعدہ تو کسی سے کیا جائے اور ایفا کسی سے (فیا للعجب)

اگر کسی کو شبہ ہو کہ یہ وعدہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا تھا اور آنحضورؐ ہی کے زمانہ میں پورا ہوا۔ تو ہم عرض کریں گے کہ یہ شبہ بالکل مہمل، غلط اور لغو ہے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس موجود تھے تو استخلاف کی حاجت ہی کیا تھی۔ دوسرا آیت میں الذین آمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت کا فقرہ معاذ اللہ لغو ٹھہرے گا۔ اگر آنحضورؐ سے وعدہ ہوتا تو اس کی بجائے وعد اللہ ورسولہٗ فرمایا جاتا۔ تیسرے یہ کہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ وعدہ جماعت سے کیا جا رہا ہے نہ کہ فرد سے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وعدہ زمانہ رسالت کے بعد کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔

خلافت صدیقی کی حقانیت پر آیت کے باقی اجزاء کی دلالت

اب تک جو استدلال کیا گیا ہے اس کا ماخذ آیت استخلاف کا صرف پہلا جزو تھا اس کے دوسرے اجزاء پر نظر کیجیے تو اس مقصد پر آیت کی دلالت اور بھی روشن ہو جاتی ہے۔ آگے ارشاد ہے کما استخلف الذین من قبلھم یعنی جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو یہ نعمت خلافت عطا فرمائی تھی۔ مثلاً حضرت یوشع کو حضرت موسیٰ کے بعد مطلب یہ ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ان کی امت کے لیے بلاد شام کی فتح کا وعدہ فرمایا گیا تھا۔ مگر یہ وعدہ ان کے زمانہ میں نہ پورا ہوا بلکہ ان کے خلیفہ حضرت یوشع کے زمانہ میں پورا ہوا۔ اسی طرح ہم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے بلاد شام وغیرہ کی فتح کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ ان کی حیات طیبہ میں نہیں پورا ہو گا بلکہ ان کے

خلفاء کے ہاتھ پر پورا ہوگا۔

ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم۔ اور ضرور بالضرور اللہ تعالیٰ مضبوط اور پائیدار کریں گے۔ ان کے لیے ان کے دین کو، جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند کر لیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ خلافت موعودہ کی قطعی اور روشن علامت یہ ہو گی۔ کہ دین اسلام اس دور میں محفوظ ہوگا اور یہ ایک واضح اور ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے دورِ خلافت میں یہ علامت روز روشن سے زیادہ نمایاں ہے۔ مرتدین اور بغاۃ کا خاتمہ ہوا۔ روم ایران کی عظیم الشان سلطنتوں پر خود مسلمانوں نے حملہ کیا حفاظت قرآن حکیم اور حفظ حدیث کے انتظامات ہوئے۔ علوم دینیہ کی اشاعت و حفاظت کا اہتمام ہوا۔ مختصر یہ کہ دین اس قدر مستحکم ہوگیا۔ کہ کوئی دشمن اسے ضرر پہنچانے کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔

ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔ اور ضرور بضرور خوف کے بعد انہیں امن (بیخوفی) عطا فرما دیں گے۔

یہ علامت بھی خلافت صدیقیؓ کے زمانہ میں پائی گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتدین نے سر اٹھایا، باغیوں نے شورش برپا کی۔ رومی سلطنت کی طرف سے حملہ کا خطرہ خود آنحضورؐ کے زمانہ میں پیدا ہو گیا تھا لیکن حضرت صدیق اکبرؓ نے ان سب مشکلات پر قابو پا لیا۔ مرتدین فنا کر دیے گئے۔ بغاوت فرو کر دی گئی۔ رومیوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور مسلمان خود ان پر حملہ آور ہو گئے۔ خوف کے بعد کامل امن کی موعودہ فضا پیدا ہو گئی۔ ان اجزاء آیت سے بھی صاف ظاہر ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ موعود اور امام برحق تھے۔ اور ان کی خلافت موعودہ خلافت تھی۔ یہ آیت خلافت صدیقی کے لیے نص ہے۔ جس کا اقتضاء یہ ہے کہ آں محترم کو خلیفہ منتخب کرنا رضاء الٰہی اور حکم الٰہی کے مطابق تھا۔ آخر میں ارشاد فرمایا۔

ومن کفر بعد ذالک فاولٰئک ھم الفاسقون۔ جو شخص اس کے بعد ناشکری کریگا تو وہ ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔

خلفاء راشدین کی خلافت حقانیت اور صحت کا جو منکر ہو وہ فاسق ہے۔ ان حضرات میں سب سے پہلے خلیفہ حضرت صدیق اکبرؓ ہیں ان کی خلافت کی حقانیت کا منکر بھی فاسق اور مستوجب عذاب آخرت ہے۔ یہ ان کی خلافت کے حق ہونے کا اعلان ہے۔ اور ان کے مخالفین کے لیے تہدید ظاہر ہے کہ شیعہ ہی ان کی خلافت کے منکر ہیں۔ بشہادت قرآن فاسق، گمراہ ہیں۔

ف: اس آیت سے حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہما کی خلافتوں کا بھی حکم الٰہی اور رضاء الٰہی کے مطابق ہونا ثابت ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ اس وقت ہمیں خلافت صدیقیؓ کا اثبات مقصود تھا۔ اس لیے ان حضرات کی خلافتوں کا تذکرہ بخوف طوالت ترک کرتے ہیں۔

ف۲: خلافت صدیقیؓ کی حقانیت دوسری آیتوں سے بھی ثابت ہے۔ اس وقت اختصار ایک آیت پر اکتفا کی گئی۔

احادیث

خلافت صدیقیؓ کا کتاب الٰہی میں منصوص ہونا ثابت ہو چکا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ استرداداً بعض حدیثیں بھی نقل کر دی جائیں جو ہمارے دعوے کو اور زیادہ روشن کر دیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مرضی بھی یہی تھی کہ میرے خلیفہ اول صدیق اکبرؓ ہوں۔

حضرت سہل بن ابی حشمہؓ سے روایت ہے وہ کہتے تھے کہ ایک اعرابی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اونٹ بطور قرض فروخت کیا حضرت علیؓ نے اس اعرابی سے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور آپ سے پوچھو۔ کہ اگر آپؐ کو موت آ جائے تو یہ قرض کون دے گا؟ چنانچہ اعرابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں گیا اور آپؐ سے پوچھا آپؐ نے فرمایا۔ ابوبکرؓ تجھے دیں گے۔ پس وہ اعرابی حضرت علیؓ کے پاس گیا اور ان سے یہی بیان کر دیا۔ انہوں نے کہا پھر جاؤ اور آپؐ سے پوچھو کہ اگر ابوبکرؓ کو موت آ جائے تو یہ قرض کون ادا کرے گا۔ چنانچہ وہ اعرابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں گیا اور آپؐ سے پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا عمرؓ ادا کریں گے اعرابی نے یہی جا کر حضرت علیؓ سے بیان کر دیا حضرت علیؓ نے ان سے کہا جاؤ آپؐ سے پوچھو کہ عمرؓ کے بعد کون دے گا۔ چنانچہ وہ اعرابی پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں گیا اور آپؐ سے پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا عثمانؓ ادا کریں گے۔ اعرابی نے یہی جا کر حضرت علیؓ سے بیان کر دیا۔ پھر حضرت علیؓ نے اس سے کہا کہ تم پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ اور آپؐ سے پوچھو کہ عثمانؓ کو موت آ جائے تو یہ قرض کون ادا کرے گا۔ وہ اعرابی پھر خدمت نبوی میں لوٹ آیا۔ آپؐ سے پوچھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب ابوبکرؓ کو موت آ جائے اور عمرؓ کو موت آ جائے اور عثمانؓ کو موت آ جائے تو اگر تجھ سے ہو سکے تو تو بھی مر جانا۔

(ازالۃ الخفاء۔ جلد اول ص۳۰۲)

اسی طرح حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ ادائے زکوٰۃ کے متعلق بنو المصطلق نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کروایا کہ آپؐ کے بعد زکوٰۃ کیسے ادا کریں؟ تو آنحضورؐ نے گزشتہ حدیث کی طرح علی الترتیب حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کا نام لیا۔ (ازالۃ الخفاء ص۳۰۲)

ف: یہ دونوں حدیثیں واضح طور پر بتا رہی ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان تینوں حضرات کو علی الترتیب اپنا خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ مرضئ الٰہی اور حکم الٰہی بھی یہی ہے یعنی ایسا ہی ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اس بارے میں متعدد حدیثیں مروی ہیں۔ اس مختصر مضمون میں زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں اس لیے انہیں پر اکتفا کرتا ہوں۔ سمجھدار کے لیے یہ بھی کافی ہیں۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ اٰلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ اجمعین۔

بقیہ۔ مرزا قادیانی کی گستاخیاں

بچھتے چلے جائیں، لمبے چوڑے القابات سے اسے یاد کیا جائے، رسائل کے نمبر نکالے جائیں اور اس کی خوشامد میں نمک کی طرح گھلا جائے۔ لیکن انبیاء اور اولیاء کی عزت و حرمت کا سوال سامنے آئے تو قادیانی منہ پھٹ ہو جائیں۔ مرزا صاحب قادیانی نے ملکہ وکٹوریہ کے نام جو اپنی اطاعت شعاری کے خطوط لکھے ہیں ان میں ملکہ معظمہ دام اقبالہا کو جن الفاظ میں یاد کیا گیا ہے انہیں پڑھیئے: تیسرے درجہ کی خوشامد اور بیسویں درجہ کی ذلہ ربائی کے ساتھ ساتھ عجز اور خاکساری کی جھلک نمایاں ہے۔ ملکہ عالیہ کے لیے یہ جملے اور امام حسینؓ کے لیے نازیبا کلمات خبث باطن کا پتہ دیتے ہیں۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ امام حسینؓ طاغوتی طاقتوں کے خلاف نبرد آزما ہوتے اور ظالم حاکموں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے جان دے دی۔ اس کے برعکس پنجابی نبی سامراجی آقاؤں کا حاشیہ بردار تھا۔ اس نے جہاد کی تنسیخ محض اس لیے کی کہ سامراج کے خلاف اٹھنے والی تحریکوں کو دبایا جا سکے۔ ظاہر ہے جو سامراج کی اطاعت کے رنگ میں رنگین ہو وہ اسوۂ حسینؓ کو تو کسی طرح نہیں اپنا سکتا۔ وہ اپنا غصہ اور دل کی بھڑاس کیچڑ اچھال کر ہی نکال سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ مشک عنبر، اور کشتوں کے عادی مرزا صاحب نے کہا ہے:

"میں خدا کا کشتہ ہوں لیکن تمہارا حسین دشمنوں

مراسلات

یہ جامعہ اسلامیہ بہاولپور

محترم جناب ایڈیٹر صاحب!
سلام مسنون!

جامعہ اسلامیہ پاکستان کا واحد ادارہ جس کا کوئی قانون نہیں۔

آج کل جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں لاقانونیت کا دور دورہ ہے۔ یونین کے الیکشن میں دھاندلی ہوئی۔ عدالت کو چیلنج کیا۔ عدالت نے حکم امتناعی دیا۔ رئیس الجامعہ نے اپنی تحفظ نشست کے لیے توہین عدالت کرتے ہوئے یونین کے تیرہ ارکان میں سے صرف چار عہدیداروں سے پولیس کی نگرانی میں حلف لیا۔ جبکہ چار میں سے ایک سیٹ کا جھگڑا تھا۔ باقیوں نے بائیکاٹ کیا۔ یہ معلوم نہیں کہ بعد میں رئیس الجامعہ نے کس بھید پر ۹ طلبہ کو بلاوجہ بغیر نوٹس کے جامعہ سے تین تین سال کے لیے خارج کر دیا۔ اور ان کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری کرا دیے۔ اور کس وجہ سے جاوید پراچہ کو اچانک گرفتار کرایا۔ پاکستان کے اور بھی بڑے بڑے ادارے ہیں۔ ان کا کوئی نہ کوئی دستور ہوتا ہے لیکن جامعہ اسلامیہ بہاولپور پاکستان کا واحد ادارہ ہے جس کا کوئی قانون نہیں

بشیر احمد صدیقی ناظم رابطہ
جمعیت طلبہ اسلام پاکستان، بہاولپور

محترمی جناب ایڈیٹر صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گزارش ہے کہ امسال ۲۳ جولائی ۱۹۷۳ء کو یوم وصال صدیق اکبرؓ آرہا ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ انبیاءؑ کے بعد افضل ترین انسان ہیں۔ آپ کی صحابیت پر خود قرآن حکیم ناطق ہے۔ آپ مہربانی فرما کر اپنے ہفت روزہ کا متعلقہ تاریخوں کا "صدیق اکبرؓ نمبر" نکالیں۔ مہربانی ہوگی۔ ہم پر صدیق اکبرؓ کے احسانات اتنے کثیر ہیں کہ ان کے مفصل تذکرہ کے لیے ایک طویل دفتر درکار ہے۔ ہمیں اپنے اسلاف کا مبارک تذکرہ کرتے رہنا چاہیے۔ تاکہ ہمارا جوان طبقہ اپنے درخشاں ماضی سے بے خبر نہ رہے۔ منعم علیہم بزرگوں کی عظیم روایات کو سامنے رکھ کر مستقبل کا خاکہ تعمیر کرے۔ امید ہے کہ آپ ہماری گزارش پر توجہ فرمائیں گے۔ والسلام

جنرل سیکرٹری پاکستان سنی کانفرنس

مولانا سندھیؒ کے یہ ترجمان

محترمی جناب مجاہد الحسینی صاحب!

السلام علیکم۔ ہفت روزہ خدام الدین جو دینی خدمات انجام دے رہا ہے قابل ستائش ہے تین سال سے اس کا شائق رہا ہوں اور جو دینی فوائد مجھے اس سے حاصل ہوئے ہیں۔ اس کے لیے میں پوری انجمن کا عموماً اور مؤسس حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کا خصوصاً ممنون و مشکور ہوں۔

اس وقت خط لکھنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ ایک کتاب "افادات و ملفوظات عبیداللہ سندھیؒ" (مؤلفہ محمد سرور) میرے زیر مطالعہ ہے چونکہ حضرت سندھی صاحبؒ حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کے بزرگوں میں سے رہے ہیں اس لیے لازماً ہمیں بھی ان سے حسن عقیدت رکھنا پڑتا ہے۔

لیکن مؤلف مذکور نے جو نقشہ ہمارے سامنے پیش کیا ہے اس نے ہماری عقیدت کی دیواروں کو مسمار کر دیا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ اس سے ہر پڑھنے والا نہ صرف مولانا سندھی بلکہ شاہ ولی اللہؒ سے بھی بدظن ہوگا۔ نیز بعض پڑھنے والوں پر اسلام اور اس کے شرعی قوانین کا انتہائی مغالطہ آمیز تصور قائم ہوگا۔

میرے خیال میں مؤلف مذکور نے خود کو مولانا سندھیؒ کا عقیدت مند ظاہر کر کے اسلام کی دھجیاں اڑائی ہیں اور در اصل فضل الرحمان کا کردار ادا کر رہا ہے۔ تفصیل میں جانا نہیں چاہتا کیونکہ میں عالم دین نہیں صرف اتنی استدعا ہے کہ آپ اسے پڑھیں اور خدام الدین کے ذریعے عوام کی غلط فہمیاں دور فرمائیں۔ یہ فتنوں کا دور ہے۔ اور فتنے مختلف راہوں سے بڑھتے چلے آرہے ہیں ان کے سامنے صرف صحیح علماء، فقہا اور مبلغین ہی بند باندھ سکتے ہیں۔ یہ خط اگر خدام الدین کے صفحوں میں رسائی حاصل کرے تو ممکن ہے دوسرے علماء وغیرہ بھی اس کار نیک میں شرکت فرمائیں مولانا عبیداللہ انور صاحب سے دعائے خیر کی درخواست ہے۔ والسلام علیکم

پروفیسر محمد قبوت خان موضع اباخیل ڈاکخانہ لکی مروت ضلع بنوں

انگریزی داں مسلمانوں کے لیے لمحہ فکریہ

۱۹۷۳ء میں شائع ہونے والی انگریزی کی نئی کتاب برائے جماعت نہم کے پہلے سبق کا پہلا پیراگراف یوں ہے:

"His father belonged to The Banu Hashim family and name was Abdullah. He died a few days after his marriage and Muhammad (Peace upon him) was born a father less child."

اس پیراگراف میں دو باتیں محل نظر ہیں۔ ایک تو: "He died a few days after his marriage."

ترجمہ: وہ شادی کے چند روز بعد انتقال کر گئے۔

یعنی حضرت عبداللہ اپنی شادی کے چند روز بعد وفات پا گئے۔ حالانکہ آپ کا انتقال آپ کی شادی کے چھ ماہ بعد اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے تین ماہ قبل ہو گیا تھا۔ کیا (a few days) کا اطلاق چند ماہ پر ہو سکتا ہے؟

کیا یہ فقرہ اس طرح نہیں لکھا جا سکتا تھا کہ "وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے تین ماہ قبل انتقال فرما گئے" مضمون کے اصل فقرہ سے ابہام پیدا ہو گیا ہے۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کسی بھی ابہام کو برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اسلام دشمن عناصر ایسے ہی ابہام سے الزامات اور توہین رسالت کا پہلو نکالتے ہیں۔

دوسری بات جو ان کی چیرہ دستی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ ہے کہ:

"And Muhammad (Peace be upon him) was born a fatherless child."

اس فقرہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یتیمی کا ذکر لفظ (fatherless) کے ساتھ کیا گیا ہے جو سراسر غلط اور حضرت آمنہؓ کی تقدیس پر ظلم کے مترادف ہے۔ جس بچہ کی پیدائش سے پہلے اس کے والد کا انتقال ہو جائے اس کے لیے انگریزی لفظ (Posthumous) ہے۔ لفظ (Father less) تو عام طور پر بطور گالی استعمال کیا جاتا ہے۔

آکسفورڈ ڈکشنری میں اس لفظ کے معنی یوں دیے گئے ہیں:

"Fatherless (Meanings:- with out a living father or known father."

ترجمہ: بغیر زندہ باپ کے یا بغیر معلوم باپ کے یعنی جس کے باپ کا علم ہی نہ ہو۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ مصنف نے ایسا غلیظ لفظ کیوں استعمال کیا؟ کیا اسے لفظ (Posthumous) کا علم نہ تھا؟ اور اگر علم تھا اور اس کے باوجود اس نے عملاً یہ لفظ استعمال کیا ہے تو محترم کی ذہنی پراگندگی اور بانی اسلام سے بیزاری عیاں ہے۔ کیا ٹیکسٹ بک بورڈ ابھی کا مقلد ہے؟ کیونکہ اس نے

(باقی صفحہ پر)

اہل السنت والجماعت کی صداقت وحقانیت (ایک علمی و تحقیقی مقالہ)

(مولانا قاضی مظہر حسین، خلیفہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ)

اہل السنت والجماعت کی وجہ تسمیہ

خالق کائنات نے اپنے بندوں پر جو دین لازم کیا ہے اس کا نام اسلام ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ۔ (پ ۳)

اللہ کے ہاں دین اسلام ہی ہے (القرآن)

لیکن جب اسلام کے نام پر ہی اسلام میں سے باطل عقائد و نظریات داخل کیے گئے اور حق و باطل میں التباس پیدا ہوا اور اس وجہ سے امت میں اعتقادی فتنے نمودار ہوئے تو سلف صالحین نے کتاب وسنت کی روشنی میں اپنا امتیازی نام "اہلسنت والجماعت" مشہور کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس اسلام کو مانتے ہیں جو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جماعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی صحابہ کرامؓ) سے ثابت ہے اور اس کو اسلام نہیں مانتے جو سنت اور جماعتِ صحابہؓ کے خلاف ہو۔

اور کوئی ذی عقل اور صاحب شعور مسلمان اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ اللہ تعالیٰ کا سارا دین (عقائد ہوں یا اعمال) نبی کریم رحمۃ للعالمین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے ہی امت کو پہنچا ہے اس لیے جو کچھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور جس طرح عمل کیا وہی صحیح اور اصلی دین ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور طریقہ کو ہی شریعت میں سنت کہا جاتا ہے۔ لہٰذا اس امر میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ دین اسلام سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ثابت ہے بلکہ قرآن مجید کے ثبوت کے لیے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث و سنت (ارشاد وعمل) کا تسلیم کرنا پہلے ضروری ہے۔ خالق کا دین اپنے بندوں کو انبیائے کرام علیہم السلام کے واسطہ ہی سے پہنچتا ہے اسی بنا پر انبیاء کرام کا معصوم ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اور من جانب اللہ شرعی وحی ان پر ہی نازل ہوتی ہے اور ان پر قطعی اعتماد ویقین کرنے کی وجہ سے ہی اہل ایمان خدا اور اس کی وحی پر ایمان لاتے ہیں اور جب ہر نبی معصوم ہے اور اس کی سنت اپنی امت پر شرعی حجت ہے تو امام المعصومین سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مبارکہ تو بطریق اولیٰ تمام امت محمدیہ کے لیے قطعی حجت شرعیہ ہوگی۔ اور سوائے سنتِ محمدیہ کے امت کیلیے خداوندی دین کے حصول کا اور کوئی اولین ذریعہ نہ ہوگا۔ اسلیے امتِ اسلامیہ کا اس پر اجماع ہے کہ دینِ خداوندی کے ثبوت کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ طیبہ شرعی حجت ہے اور اس کو تسلیم کیے بغیر ایمان صحیح نہیں ہوسکتا اور اللہ تعالیٰ نے خود اس دینی حقیقت کا اظہار کئی آیات میں فرمایا ہے۔ چنانچہ بطور نمونہ حسب ذیل آیات پیش کی جاتی ہیں۔

سنت رسولؐ کی حجت ہونے پر قرآنی آیات

(۱) مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (سورۃ النساء ۱۱)

ترجمہ: جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

(۲) لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ ۔ (پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب)

بیشک تم ایمان والوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پیروی کے لیے ایک بہترین نمونہ موجود ہے۔

(۳) مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ۔ (پارہ ۲۸ سورہ الحشر)

جو تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیں اس کو لے لو اور جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم روک دیں اس سے تم رک جاؤ۔

(۴) قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ ۔ (سورۃ آل عمران رکوع ۴ پارہ ۳)

فرما دیجیے اگر تم اللہ کی محبت چاہتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

(۵) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ (پ ۵ سورۃ النساء رکوع ۸)

"اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو۔ اور رسول اللہؐ کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو اولی الامر ہیں ان کی اطاعت کرو۔ پس اگر تمہارا کسی چیز میں نزاع (اختلاف) ہو جائے تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیرو"

حضرت علیؓ کا اس آیت سے استدلال

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ:۔

فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ اَنْ نَحْکُمَ بِکِتَابِہٖ وَرُدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْلِ اَنْ نَاْخُذَ بِسُنَّتِہٖ ۔ (نہج البلاغہ ص ۱۷)

پس اس امر کو اللہ کی طرف پھیرنا یہ ہے کہ ہم اس کی کتاب قرآن سے فیصلہ کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم حضورؐ کی سنت کو پکڑیں۔

اس سے بڑھ کر حضرت علی المرتضیٰؓ کے اہلسنت ہونے کی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ آپ نے آیت سے اتباعِ سنت کا ثبوت پیش فرمایا ہے اور اہل سنت ہونے کا مطلب یہی ہے کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اسلام کو تسلیم کیا جائے۔

اتباعِ سنت کی تاکید کتب شیعہ سے

(۱) حضرت علی المرتضیٰؓ نے وفات کے وقت فرمایا:

اَمَّا وَصِیَّتِیْ فَاللّٰہُ لَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَمُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَا تُضَیِّعُوْا سُنَّتَہٗ اَقِیْمُوْا ھٰذَیْنِ الْعَمُوْدَیْنِ ۔

(نہج البلاغہ ص ۲۰۳)

لیکن میری وصیت یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ضائع نہ کرنا۔ ان دونوں ستونوں کو قائم رکھنا۔

(۲) ولیکن میری وصیت تم سے یہ ہے کہ شریک سبحانہ بزرگوار نہ لانا اور کسی چیز کو اس کی عبادت میں شریک نہ کرنا اور سنت وطریقہ حضرت رسولؐ کو ضائع نہ کرنا۔ کتاب خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بدستور رکھنا۔

جلاء العیون اردو مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۵۵)

(۳) نکاح کی تاکید کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ ۔

ترجمہ:۔ پس جو شخص میری سنت سے پھرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے یعنی میرے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔

(فروع کافی کتاب النکاح ص ۲۱۳)

(۴) عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّکُوْنَ عَلٰی فِطْرَتِیْ فَلْیَسْتَنَّ بِسُنَّتِیْ وَاِنَّ مِنْ سُنَّتِیَ النِّکَاحُ (ایضاً فروع کافی۔

ترجمہ:۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ میری فطرت پر ہو جائے تو وہ میری سنت کے مطابق عمل کرے اور بیشک نکاح میری سنت سے ہے

اتباعِ سنت کی تاکید کتب اہلسنت سے

(۱) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّۃَ رَسُوْلِہٖ ۔ (رواہ الموطا۔ مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان دونوں کو پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔"

(۲) فَمَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ۔ (مشکوٰۃ شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری سنت سے محبت کی تو بیشک اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی تو وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا

(۳) عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَہٗ اَجْرُ مِائَۃِ شَہِیْدٍ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری امت کے فساد و بگاڑ کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے پکڑا اُس کو سو شہید کا ثواب ملے گا۔ (مشکوٰۃ شریف)

(۴) مَنْ یَّعِشْ مِنْکُمْ بَعْدِیْ فَسَیَرٰی اخْتِلَافًا کَثِیْرًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ۔ (مشکوٰۃ شریف)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا تو عنقریب وہ زیادہ اختلاف دیکھے گا پس تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور میرے خلفاء کی سنت کو پکڑو جو رشد و ہدایت والے ہونگے۔

الجماعۃ کیا ہے

قرآن کو حدیث سے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حجیت اور اہمیت بقدر ضرورت ثابت کر دی گئی ہے اب اہل سنت والجماعت کے دوسرے لفظ الجماعۃ کی مختصر تشریح یہ ہے کہ الجماعت سے مراد جماعت رسول ہے۔ جن مومنین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں اپنے ہاتھ دے کر بیعت کی۔ قرآن مجید کا علم اور عمل بلا واسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا۔ انوار نبوت کے پرتو سے اپنے قلوب اور صدور روشن کیے، ہجرت کی۔ اہل اسلام کی مدد کی۔ دکھ سکھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور بڑی سے بڑی کفر کی طاقت سے ٹکراتے رہے۔ بدر کے فاتح بنے، احد میں زخمی ہوتے، شہادت نصیب ہوئی، صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان میں شریک ہوتے مکہ فتح کیا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی میں کفر و شرک کی طاقتوں کا قلع قمع کر کے خداوند عالم کی نصرت سے دین اسلام کو غالب کیا اور ان سے اللہ تعالیٰ نے اپنے راضی ہونے کا اعلان کیا۔ یہی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ مومنین کی وہ مقدس جماعت ہے جن کے فضائل و مناقب قرآن اور حدیث کی نصوص سے ثابت ہیں اور جن کے ذریعے بعد کی امت کو دین کا علم اور عمل اور حال نصیب ہوا جس طرح اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان واسطہ فیض بنایا اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بعد میں آنے والی امت کے درمیان صحابہ کرام کی جماعت کو واسطہ فیض بنایا گیا ہے اس لیے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کی پیروی کے لیے سنت رسول اور جماعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی لازم ہے۔

ما انا علیہ واصحابی کی عظیم پیشگوئی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

تفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلہم فی النار الا ملۃ واحدۃ۔ قالوا ماھی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ھی ما انا علیہ واصحابی۔ (ترمذی شریف)

میری امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی جن میں سوائے ایک فرقہ (ملت) کے سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ جنتی لوگ کون ہوں گے۔ تو فرمایا کہ جنتی وہ ہوں گے جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوں گے۔ یہ حدیث نبوی اس حقیقت کا اعلان کرتی ہے کہ سوائے سنت رسول اور جماعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی صحابہ کرام کے ماننے کے کوئی شخص جنتی نہیں ہو سکتا۔ اور اہل سنت والجماعت ہونے کا یہی مطلب ہے۔

میدان کربلا کے تاریخی خطبہ میں دشمن پر اتمام حجت کرتے ہوئے اپنے مقاتل میں امام حسین نے یہ بھی فرمایا۔

اولم یبلغکم قول متقین ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لی ولاخی انتما سیدا شباب اھل الجنۃ وقرۃ عین اھل السنۃ۔ الخ

کیا تم کو یہ خبر نہیں پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرمایا کہ تم دونوں سردار جوانان اہل جنت ہو اور اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔ (تاریخ ابن خلدون مترجم جلد دوم)

اس روایت سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امام حسینؓ اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں وہاں یہ بھی ثابت ہوا کہ اہل سنت کے مبارک الفاظ خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے ہیں۔

اہل سنت برحق ہیں

مدعیان محبت اہل بیت اپنے آپ کو اہل سنت نہیں کہتے بلکہ اہل سنت ہونے کو نعوذ باللہ برا جانتے ہیں حالانکہ خود حضرت علی المرتضٰی اہل سنت تھے اور شیعہ مذہب کی کتاب سے بھی صراحتاً اہل سنت کی سچائی کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایام فتنہ میں بصرہ میں تشریف لائے اور آپ سے اہل سنت، اہل الجماعت، اہل البدعت اور اہل الفرقہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

واما اھل الجماعۃ فانا ومن اتبعنی وان قلوا وذالک الحق عن امر اللہ و امر رسول اللہ۔ واھل الفرقۃ المخالفون لی ومن اتبعنی وان کثروا۔ واما اھل السنۃ فالمتمسکون بما سنۃ اللہ ورسولہ و ان قلوا۔ واما اھل البدعۃ فالمخالفون لامر اللہ ولکتابہ ولرسولہ العاملون برأیھم واھوائھم وان کثروا۔ الخ (احتجاج طبرسی ۸۳)

ترجمہ:- لیکن اہل جماعت پس میں ہوں اور جو میری پیروی کرنے والے ہیں اگرچہ وہ کم ہوں اور یہ حق ہے اللہ کے حکم سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اور اہل الفرقہ (تفرقہ ڈالنے والے) وہ ہیں جو میرے اور میری پیروی کرنے والوں کے مخالف ہیں۔ اگرچہ وہ زیادہ ہوں اور لیکن اہل سنت پس وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے طریقے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو مضبوطی سے پکڑنے والے ہیں اگرچہ وہ قلیل ہیں اور اہل بدعت وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی کتاب کے حکم کے مخالف ہیں جو اپنی رائے اور خواہشات پر عمل کرنے والے ہیں اگرچہ وہ زیادہ ہوں (الخ) جب اس ارشاد میں حضرت علیؓ نے اپنے رب کو اور اپنے تابعداروں کو اہل جماعت فرمایا اور اہل سنت والجماعت ہی برحق ہیں اور ان کے خلاف سب مخالف حق ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اعتقاداً اور عملاً اہل سنت والجماعت بننے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم۔

جماعت رسولؐ کی وسعت

یہاں یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ اور قرابت کے تعلقات جدا جدا ہیں حضرت حمزہ اور حضرت عباس چچا ہیں تو حضرت علی ابن ابی طالب اور حضرت عبداللہ ابن عباس چچا زاد بھائی ہیں حضرت حسن اور حضرت حسین نواسہ رسول ہیں اور حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضٰی داماد رسول، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر اور خسر ہیں۔ تو حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ وغیرہن ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیکن دین اور ایمان کے اعتبار سے سب اصحاب رسولؐ ہیں۔ خواہ صحابی مرد ہوں یا صحابیہ عورتیں۔ سب کو درجہ بدرجہ فیوضات محمدیہ سے فیض ملے اور شرف صحبت کی وجہ سے جنت اور رضائے خداوندی کی سب کو سند نصیب ہوئی۔ یہ سب الجماعت یعنی جماعت رسول ہے جن کی کم و بیش تعداد ایک لاکھ ۲۴ ہزار ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی سورۃ النصر میں اصحاب کی تعداد کو افواجًا کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔

وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ۔ (اور آپ دیکھیں گے کہ لوگ اللہ کے دین میں فوجوں کی فوجیں داخل ہو رہے ہیں۔)

تو جن کو اللہ تعالیٰ دین کی فوجیں فرماتا ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دین حق کے مخالف بن سکتے ہیں۔ البتہ تمام اصحاب میں بڑا درجہ چاروں خلفائے راشدین کا ہے اور ان کو ایک دوسرے پر بترتیب خلافت فضیلت حاصل ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ +

مصائب و آلام میں انسان کو کیا کرنا چاہیئے



شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ - امیر انجمن خدام الدین لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

آپ کہیئے میں آدمیوں کے رب، آدمیوں کے بادشاہ، آدمیوں کے معبود، کی پناہ لیتا ہوں۔ وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے۔ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ خواہ وہ جن ہو یا آدمی۔

ربطِ آیات سورۃ فلق کی طرح اس میں بھی پہلے زبردست ہتھیار توحید پرست کے ہاتھ میں پناہ الٰہی کا دیا گیا ہے اس کے بعد خطرناک دشمن لعین کا ذکر منحوس اور اس کا فعل مبغوض ذکر کیا گیا ہے اور صفات باری جل مجدہٗ کی ترتیب کا مفصل ذکر تشریح میں مذکور ہے۔

شواہد التفسیر (قل اعوذ برب الناس) انما وصف نفسہ اولا بانہ رب الناس لان الرب قد یکون ملکا وقد لا یکون ملکا فنبہ بذالک علی انہ ربہم وملکہم ثم ان الملک لا یکون الٰہا فنبہ بقولہ الٰہ الناس علی ان الالٰہیۃ خالصۃ باللہ سبحانہ وتعالیٰ لا لا یشارکہ فیہا احد (خازن)

(۲) ومن شر الوسواس یعنی الشیطان ذا الوسواس (خازن)

نوٹ:- سورۃ ناس کی متعلقہ احادیث اور مفہوم سورۃ فلق کے ضمن میں آچکا ہے۔

الاعتبار والتاویل

سورۃ فلق میں مستعاذ بہ ایک تھا اور مستعاذ منہ چار تھے اور سورۃ ناس میں مستعاذ بہ تین ہیں۔ اور مستعاذ منہ ایک ہے اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے (واللہ اعلم بمرادہ واسرار کتابہ) کہ انسان کے روحانی اور جسمانی دشمنوں میں سے بدترین وہ دشمن ہے جو انسان کی صحت روحانی کو اپنے حملہ سے مجروح کر دے کیونکہ اگر خدانخواستہ جسمانی صحت کسی شخص کی بگڑ بھی جائے بلکہ کسی دشمن کا حملہ پیغام موت بھی ثابت ہو، تو بھی خاتمہ جسم سے اس کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اگر کسی شخص کی روحانی صحت بگڑ جائے اور بداخلاقیوں کا شکار ہو جائے تو اس کی مصیبتوں اور ذلتوں کا خاتمہ جسمانی زندگی کے خاتمے سے بھی نہیں ہوگا۔ اور وہ شخص دنیا کے بعد برزخ میں قیامت تک لعنت الٰہی میں مبتلا رہے گا۔ میدانِ حشر میں بھی مصیبتوں کا شکار ہوگا۔ اور بعد از تصفیہ اعمال ابدی عذاب میں گرفتار ہو جائے گا۔

اللھم اعذنا منہ وجمیع المسلمین

علاوہ اس کے روحانی دشمن ایسا چالباز، مکار، ہزاروں برس کا تجربہ کار خرانٹ واقع ہوا ہے کہ اس نے لاکھوں، کروڑوں نہیں بلکہ بے انتہا بندگانِ خدا کو دوست نما دشمن بن کر راہ حق سے ہٹایا اور جہنم رسید کرایا ہے اور وہ ایسا بہروپیہ ہے کہ صوفیوں میں صوفی عالموں میں عالم، غنڈوں میں غنڈا بن جاتا ہے۔ مزید براں وہ دشمن لعین مخفیہ حملہ کرتا ہے اور وار کر کے بچ نکلتا ہے ایسے خطرناک دشمن کے مقابلہ کے لیے زبردست ہتھیار لے کر کھڑا ہونے کی ضرورت ہے۔

اس لیے

سورہ ناس میں ہم نے قادرِ مطلق سب سے غالب خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کی صفات میں سے تین صفتوں (ربوبیت، ملکیت، الوہیت) کی پناہ لی ہے اور سورۃ فلق میں ایک صفت (ربوبیت) کی پناہ لی تھی۔ صفاتِ باری عز اسمہٗ کی غیر متناہی طاقت کا لحاظ کرتے ہوئے ایک صفت کا ذکر بھی کافی تھا لیکن صفات ثلثہ کا ذکر کرنے سے دشمن کے سخت خطرناک ہونے کا اعلان عام ہو گیا تاکہ لوگ اس دشمن کا مقابلہ بیدار و ہوشیار ہو کر کریں اور فتح کو فتح عظیم خیال کریں۔ (واللہ الموفق والمعین)۔

صفات ثلثہ کا ذکر

اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی تین صفتوں کے ساتھ استعاذہ کیا گیا ہے۔ ربوبیت، ملکیت، الوہیت اس کی وجہ شاید یہ ہو (واللہ اعلم بمرادہ و اسرار کتابہ) کہ انسان طبعًا اپنی فریاد رسی کے لیے یکے بعد دیگرے تین درجے طے کرتا ہے ابتداءِ عمر میں اگر کوئی شخص اس پر ظلم کرے تو اپنے مربی والدین کے ہاں فریاد رسی کرتا ہے جب ذرا بڑا ہو کر دنیا میں کاروبار میں مصروف ہو اس وقت اگر اس پر ظلم ہو تو بادشاہ کی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ اگر وہاں بھی داد رسی نہ ہو تو پھر خداوند تعالیٰ کی عدالت عالیہ کے سپرد کر دیتا ہے۔ کہ اگر میری حق تلفی ہوئی ہے تو اللہ کے دربار میں مجھے حق مل کر رہے گا۔

راہ نمائی توحید

عقیدۂ توحید کا یہ خلاصہ ہے کہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے دروازہ کی طرف راہ نمائی کرے۔ چنانچہ اس سورۃ میں اس جذبہ کی تکمیل کا سبق دیا گیا ہے کہ انسان اپنی مظلومی میں مربی یا بادشاہ یا معبود کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے تو ایک توحید پرست مربی، بادشاہ اور معبود حقیقی فقط خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کو سمجھتا ہے، لہٰذا اس کی دوڑ سوائے رب السمٰوٰت والارض کے دروازہ کے اور کہیں نہیں ہوگی اور وہی اس پرانے بدترین دشمن شیطان لعین سے اسے بچائے گا۔ فنعم المولیٰ ونعم النصیر۔

بقیہ: قادیانی سازش ناکام

کشمیر میں جو کچھ کیا اور ہندوستان کی جو خدمات انجام دیں مسلم مجاہدین کی جوانیوں کا جس شرمناک طریق پر سودا چکایا اس پر خون کے آنسو بہائے جائیں تو کم ہیں۔ مجاہدین کے کیمپ میں جو سکیم بنتی فوراً ہندوستان پہنچ جاتی جہاں مجاہدین مورچے بناتے دشمن کو پتہ چل جاتا اور جہاں مجاہدین ٹھکانہ کرتے وہیں ہندوستانی ہوائی جہاز پہنچ جاتے۔ (روزنامہ آزاد لاہور ۱۷ اپریل ۱۹۵۰ء صفحہ ۱۶)

(۵) مفتی اعظم لکھتے ہیں کہ قادیانیوں نے تقسیم کے فوراً بعد انجمن مہاجرین کے نام سے مسلم کانفرنس کے خلاف ایک متوازی جماعت قائم کر دی تاکہ مسلم کانفرنس کے وجود کو سبوتاژ کیا جائے۔ پاکستان نے بھی کشمیریوں کو مہاجر قرار نہیں دیا تھا قادیانیوں نے اس عبوری دور میں انتشار و بے چینی کو ہوا دی۔ چوہدری غلام عباس مرحوم نے سرینگر جیل سے رہائی کے بعد پاکستان آ کر قائد اعظم سے کشمیریوں کے مہاجر ہونے کا اعلان کرایا اور قادیانیوں کی سازش کو پنپنے کا موقع نہ مل سکا۔ (صفحہ ۱۵)

گذشتہ پچیس سال میں قادیانیوں نے مسئلہ کشمیر کو کن کن پہلوؤں سے نقصان پہنچایا اور آزاد کشمیر کے اندر کیا کیا سازشیں کیں؟ یہ ایک طویل اور افسوسناک داستان ہے مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ ۱۹۳۱ء میں مسلمانوں خصوصاً مجلس احرار اسلام نے قادیانی سٹیٹ بنانے کی جس سازش کو ناکام بنایا اس کا بدلہ آج بھی قادیانی لے رہے ہیں۔

ملاحظہ ہو۔ تاریخ احمدیت جلد ششم

خدام الدین
خود پڑھیئے اور
دوسروں کو پڑھایئے

سیدنا امام حسینؓ کی شان میں

مرزا قادیانی کی گستاخیاں

تحریر:- شاہد تسلیم ایم - اے

متنبی قادیاں مرزا غلام احمد قادیانی نے یوں تو کسی بھی جلیل القدر نبی، صحابی اور ولی کی عظمت اور عفت کا دامن تار تار کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی لیکن سیدنا امام حسینؓ پر کچھ خصوصی "نوازشات" کی ہیں اور انہیں اپنی "خوش گفتاری" کا نشانہ بنایا ہے۔ آپ نے جس گھٹیا اور پوچ طریقے سے انہیں یاد کیا ہے ایک نبی یا مسیح موعود تو کجا ایک شریف آدمی بھی ایسے الفاظ سے کسی بزرگ ہستی کو یاد نہیں کر سکتا۔ اس کے برعکس غیر مسلموں نے امام حسینؓ کی شان میں جو تعریفی کلمات کہے ہیں ان کو پڑھ کر دل شاد ہوتا ہے لیکن قادیانی تحریرات سے دکھ ہوتا ہے۔ مرزا صاحب قادیانی اس بری طرح فریب نفس میں مبتلا تھے کہ انہوں نے کسی نبی یا ولی کو کچھ نہیں سمجھا۔ ازالہ اوہام، اعجاز احمدی اور دیگر کتب میں انبیاء اور بزرگان دین کو بڑے عجیب انداز میں پکارا گیا ہے۔ کہیں لکھا ہے کہ عیسیٰ یوں کہتا ہے اور کہیں ارشاد ہوتا ہے۔ بخاری نے یوں کہا۔ نہ انداز تخاطب کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور نہ ہی رضی اللہ یا رحمۃ اللہ کے الفاظ لکھے گئے ہیں۔ نزول المسیح میں امام حسینؓ کو بھی خالی حسین کے نام سے یاد کیا ہے اور اپنی فضیلت بتائی ہے ـــــ ہمیں مرزا صاحب قادیانی کے ذہنی پس منظر میں جھانک کر دیکھنا چاہیے۔ آپ کی ایسی تحریرات ظاہر کرتی ہیں کہ آپ کے دل میں نہ خوف خدا تھا اور نہ ہی بزرگوں کی عزت کا جذبہ تھا۔ آپ نے ایسے ناز یبا الفاظ استعمال کر کے ان بزرگوں کی عزت کم کرنے کی کوشش کی اور ساتھ ہی ساتھ سامراجی آقاؤں کی خدمت کا حق ادا کیا ایسے الفاظ استعمال کرنے سے لوگوں کے اندر اشتعال پھیلتا تھا اور فرقہ وارانہ کشیدگی کی فضا پیدا ہو جاتی تھی جو انگریز کے سیاسی مفاد میں تھی۔ اصل مقصد تو مرزا صاحب کا یہی تھا۔ لیکن آپ نے اپنے تحفظ کی ایک راہ بھی رکھ چھوڑی تھی ضرورت پڑنے پر اسے استعمال کرتے تھے اور لوگوں کے جوش اور غضب کو ٹھنڈا کرنے کے لیے یہ سہارا لیتے تھے یہ ان کے وہ سرسری فقرات تھے جو آپ نے وقتاً فوقتاً استعمال کیے ہیں ان کو صرف ڈھال کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا ورنہ ان کے ؎

خاکم نثار کوچہ آل محمدؐ

جیسے مصرعوں کو قافیہ بندی کے علاوہ کوئی وقعت حاصل نہیں ؎

امام حسینؓ کے بارے میں آپ کا یہ شعر:-

کربلائیست سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

اور آپ کے "پسر موعود" مرزا محمود کی تشریح ظاہر کرتی ہے کہ آپ کے اور آپ کے قادیانی مریدوں کے دل میں امام حسینؓ کے لیے کوئی احترام نہیں اس شعر کی تشریح میں مرزا محمود فرماتے ہیں۔

"میرے گریبان میں سو حسین ہیں۔ لوگ اس کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں سو حسین کے برابر ہوں لیکن میں کہتا ہوں اس سے بڑھ کر اس کا مفہوم یہ ہے کہ سو حسین کی قربانی کے برابر میری ہر گھڑی کی قربانی ہے وہ شخص جو اہل دنیا کی فکروں میں گھلا جاتا ہے جو ایسے وقت میں کھڑا ہوتا ہے جب کہ ہر طرف تاریکی اور ظلمت پھیلی ہوئی ہے اور اسلام کا نام مٹ رہا ہے وہ دن رات دنیا کا غم کھاتا ہو اور اسلام کو قائم کرنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے کون کہہ سکتا ہے کہ اس کی قربانی سو حسین کے برابر تھی۔ پس یہ تو ادنیٰ سوال ہے کہ حضرت مسیح موعود امام حسین کے برابر تھے یا ادنیٰ۔ حضرت امام حسین ولی تھے مگر ان کو وہ غم اور صدمہ کس طرح پہنچ سکتا تھا جو اسلام کو مٹتا دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہوا۔"

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں یہ الفاظ اس شخص کے لیے لکھے گئے ہیں جس کے آباؤ اجداد نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے گماشتوں کی حاشیہ برداری کی۔ برطانوی سامراج کی خدمت میں حریت پسند مسلمانوں کو تہ تیغ کیا۔ آزادی کی شمع کو گل کرنے کے لیے غیر ملکی حاکموں سے گٹھ جوڑ کیا ان کی ذریت میں سو دیشی نبی نے جنم لیا جس نے برطانوی آقاؤں کی مدح و ستائش کو معمول کا وظیفہ بنایا۔ ادنیٰ سے ادنیٰ سفید فام افسر کی خدمت گذاری کی۔ ان کی تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے۔ غلامی کا طوق گلے میں ڈال کر خوشی محسوس کی اور مسلمانوں کی ذلت و نکبت کے لیے خدا پر افترا باندھتے ہوئے "وحی" اور الہام کا ناجائز استعمال کیا۔ افسوس کا مقام ہے کہ ایک انگریز ڈپٹی کمشنر قادیاں میں آتے تو مرزا قادیانی اس کے آگے

• کیا آپ چاہتے ہیں کہ ـــــ
آپ کا بچہ صحیح مسلمان بنے؟
• کیا آپ کی خواہش ہے کہ ـــــ
آپ کے بچے کے اخلاق و کردار کی سب لوگ تعریف کریں؟
• کیا آپ کی تمنا ہے کہ ـــــ
آپ کا بچہ آپ کا فرمانبردار ثابت ہو؟
• کیا آپ کی آرزو ہے کہ ـــــ
آپ کا بچہ سچا محب وطن پاکستانی بنے؟
• کیا آپ کی دلی خواہش ہے کہ ـــــ
آپ کے بچے کی عام معلومات دوسرے سب بچوں سے زیادہ ہوں؟
• اگر آپ واقعی ایسا چاہتے ہیں،
تو پھر

ماہنامہ شگوفہ

اس کے نام جاری کرا دیجیے

جو یقیناً اس معیار پر پورا اترتا ہے

ماہنامہ شگوفہ

مولانا محمد حسام اللہ شریفی ایم اے
فاضل جامعہ مدنیہ لاہور - و - فاضل السنۂ شرقیہ کی زیر ادارت
جولائی ۱۹۷۳ء کے آخر میں
منظر عام پر آرہا ہے

اور ہر ماہ اصلاح و تربیت کا سامان اور رنگا رنگ دلچسپیاں لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا عزم رکھتا ہے۔

• آفسٹ کی عمدہ کتابت و طباعت • ڈائجسٹ سائز
• ضخامت ایک سو صفحات • سرورق دیدہ زیب
• قیمت فی پرچہ صرف ایک روپیہ • زر سالانہ دس روپے
• دو سال کا رعایتی چندہ صرف پندرہ روپے

آج ہی اپنے بچے کا سالانہ چندہ اس پتہ پر بھیجیے۔

منیجر:
ادارہ فروغ علم و ادب
۹۲۱ - جہانگیر آباد - شیخوپورہ
(۱۵۶۱)

خبروں کا آئینہ

مصر لیبیا کا ادغام

ہپی ازم کے خلاف صدر لیبیا کا حکم

قاہرہ۔ ۱۲ر جولائی (اپ پ) لیبیا کے سربراہ کرنل معمر قذافی نے اس بات پر تعجب کا اظہار کیا ہے کہ مصر میں بعض لوگ لیبیا اور مصر کے مجوزہ ادغام کے خلاف ہیں۔ کرنل قذافی نے ایک اخباری کانفرنس میں اخباری نمائندوں کو بتایا کہ بعض مصری لیڈروں کی طرف سے اتحاد ترک کر دینے کے لیے خاصا دباؤ ڈالا جا رہا ہے جو میرے لیے انتہائی حیرت انگیز ہے۔ پریس کانفرنس میں لیبیا کے وزیر اعظم عبدالسلام جالود بھی موجود تھے۔ وہ ادغام کے ضمن میں ہونے والے دس روزہ مذاکرات میں شرکت کے لیے گذشتہ روز بذریعہ طیارہ طرابلس سے یہاں پہنچے تھے۔ اگرچہ کرنل قذافی آج رات سات مصری ایڈیٹروں سے ملاقات کرنے والے تھے۔ یہ خصوصی ملاقات اس وقت بہت بڑی کانفرنس بن گئی جب ایک سو کے قریب اخباری نمائندے اور فوٹو گرافر کرنل قذافی کے کمرے میں داخل ہو گئے۔ ان اخبار نویسوں نے مصر لیبیا کے مجوزہ ادغام اور لیبیا میں حالیہ ثقافتی انقلاب کے متعلق اپنے خدشات کا اظہار کیا یہ ادغام دونوں ملکوں میں یکم ستمبر کو رائے شماری کے ذریعے ہونا طے پایا تھا اور کرنل قذافی نے ہفتہ کے روز کہا تھا کہ ایک سال قبل ادغام کے متعلق ڈھانچہ بنانے کے لیے جو کمیٹیاں قائم کی گئی تھیں معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کوئی نتیجہ خیز کام نہیں کیا۔ خواتین کے میگزین "حوا" کی ایڈیٹر مسز آمنہ نے انہیں بتایا کہ مصر کی خواتین ادغام سے ڈرتی ہیں کہ کہیں ان کے حقوق نہ چھن جائیں۔ اور پھر ادغام کا فائدہ بھی کیا ہو گا؟ کرنل قذافی نے کہا کہ مجھے حیرت ہے کہ آپ اس اتحاد میں رخنہ ڈال رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ یہی یہ تاثر دے رہے ہیں کہ وہ کوئی دیو یا عفریت ہیں۔ انہوں نے کہا لیبیا میں آپ کسی خاتون کو مجبور نہیں کر سکتے کہ وہ اس صورت میں بھی اپنے خاوند کے ساتھ رہے جب کہ وہ اسے پسند نہ کرتی ہو اگر اتحاد کے بعد لیبیا کے قوانین یہاں نافذ کر دیئے گئے تو خواتین کو زیادہ آزادی حاصل ہو گی۔ صدر قذافی نے جو کھلے گلے والی سفید قمیض پہنے ہوئے تھے۔ اخباری نمائندوں سے کہا آپ لیبیا جا کر دیکھیں۔ وہاں کیا ہو رہا ہے انہوں نے کہا مصر کو غیر ملکی مصنفوں کی کتابوں پر نظر ثانی کر کے اپنا ثقافتی انقلاب لانا چاہیے۔ انہوں نے ہپی ازم کے دلدادہ عرب نوجوانوں کی سرزنش کی۔ یاد رہے گذشتہ روز ہی عرب سوشلسٹ یونین کے لیڈروں نے اپنی تقاریر میں کہا تھا کہ ادغام بتدریج ہونا چاہیے۔ معلوم ہوا ہے کہ ابھی تک مجوزہ اتحاد کی کوئی شکل سامنے نہیں آئی۔ مصر کے صدر سادات کا خیال ہے کہ اتحاد مرحلہ وار ہونا چاہیے۔ جبکہ کرنل قذافی نے کہا ہے کہ اتحاد یکم ستمبر تک مکمل ہو جانا چاہیے۔ صدر قذافی نے کہا ہے کہ اس تاریخ کو میں صدر سادات کو نئی حکومت کا کنٹرول دینے کو تیار ہوں۔ ادھر مصر کے صدر سادات نے کہا ہے کہ نئی حکومت میں کرنل قذافی کا شامل ہونا بھی ضروری ہے۔

حلف نامہ

اسلام آباد۔ ۱۲ر جولائی (اپ پ) قومی اسمبلی کے ارکان نے آج صبح اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مستقل دستور کی دفعہ ۶۵ کے تحت اپنے عہدے کا حلف اٹھایا۔ حلف کا متن درج ذیل ہے:۔

"میں حلفیہ اقرار کرتا ہوں کہ میں پاکستان پر یقین محکم رکھوں گا۔ اور اس کا وفادار رہوں گا۔ قومی اسمبلی کے رکن کی حیثیت سے میں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنا کام ایمانداری سے کروں گا۔ میں اپنے فرائض کی انجام دہی میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور اور اسمبلی کے ضابطے اور قانون کو ملحوظ رکھوں گا۔ اور ہمیشہ پاکستان کی خود مختاری، سالمیت، تحفظ اور خوشحالی اور بہبود کے لیے کام کروں گا۔ میں ہمیشہ اسلامی نظریہ کی حفاظت کروں گا جس کی بنیاد پر پاکستان معرض وجود میں آیا۔ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کی حفاظت کروں گا۔ اس کا پابند رہوں گا اور اس کا ہر ممکن تحفظ کروں گا۔"

مہنگا پادری

ولہ لاطینی (اٹلی) ۱۲ر جولائی۔ (اپ) اٹلی کے ایک قصبہ کے شہریوں نے مقامی پادری کو مہنگا پادری قرار دے کر کار میں بٹھا کر قصبہ کی حدود سے باہر نکال دیا۔ فی الحقیقت قصبہ کے شہریوں کو پادری مائیکل اناتا پر یہ اعتراض تھا کہ وہ نواحی قصبوں کے پادریوں سے کہیں زیادہ مہنگا ہے اور شادی بیاہ، بپتسمہ کی رسوم ادا کرنے اور تجہیز و تکفین کے سلسلے میں بہت زیادہ رقم طلب کرتا ہے۔ دو سال قبل اس پادری کے بارے میں شکایت بھی کی گئی مگر اسے کہیں نہیں ہٹایا گیا۔ گذشتہ دنوں دو ہزار کے قریب افراد پادری کے پاس آئے اسے کار میں بٹھایا اور شہر سے نکال دیا۔ اس علاقہ کے بشپ نے وعدہ کیا کہ اس علاقہ میں جلد نیا پادری تعینات کیا جائے گا۔

قادیانیت اور صیہونیت میں گٹھ جوڑ کا انکشاف

کراچی ۱۲ر جولائی (اسٹاف رپورٹر) مکہ معظمہ کے روزنامہ "الندوہ" نے قادیانیوں کے بارے میں سعودی اور دیگر اسلامی ممالک کے ممتاز اور مقتدر علماء کا ایک مشترکہ بیان شائع کیا ہے جس میں ان علماء نے قادیانیت اور صیہونیت کے درمیان خفیہ رابطہ کا انکشاف کیا ہے اور کہا ہے کہ اس رابطے کی بنیاد پر اسرائیل میں قادیانیوں کا ایک بہت بڑا مرکز کام کر رہا ہے۔ مشترکہ بیان میں مزید کہا گیا ہے کہ برطانوی استعمار نے مسلمانوں میں اختلاف و افتراق پیدا کرنے کی غرض سے قادیانیت کو جنم دیا تھا۔ اسرائیل کے زیر قبضہ مصری، شامی اور اردنی علاقوں میں بھی قادیانیوں کے مراکز قائم ہیں اور وہ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے کروڑوں روپے صرف کر رہے ہیں۔ قادیانیوں نے حال ہی میں ایک مرکز افریقہ منتقل کیا ہے ان علماء نے اسلامی حکومتوں کے سربراہوں اور جماعتوں سے اپیل کی ہے کہ وہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیں اور اپنے ممالک میں اس گمراہ فرقے کو کام کرنے کی اجازت نہ دیں۔ اس بیان میں نائیجیریا کے الشیخ السید ابو بکر گمبی، الشیخ حسن المشاط، الشیخ محمد نور سیف، الشیخ حسنین المخلوف سابق مفتی مصر، الشیخ ابو بکر جیرمی، سعودی عرب کے الشیخ محمد علوی المالکی، الشیخ اسماعیل زین، الشیخ محمد [illegible] اور الشیخ عبداللہ بن سعد شامل ہیں۔

(جنگ کراچی ۱۲ر جولائی ۱۹۷۳ء)

جمعیتہ اتحاد الطلباء کشمیر کا جمعیتہ طلباء اسلام میں ادغام

لاہور ۱۴ر جولائی۔ آل جموں و کشمیر جمعیت اتحاد الطلباء کی مجلس شوریٰ کا اجلاس صدر جمعیتہ محمد مسعود آزاد کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں جمعیت اتحاد الطلباء کو جمعیتہ طلباء اسلام آزاد جموں و کشمیر میں مدغم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ محمد مسعود آزاد قریشی نے کہا کہ مجلس شوریٰ نے یہ فیصلہ موجودہ حالات کے پیش نظر ضروری تھا۔ اجلاس میں آزاد کشمیر کے طلباء کی تمام تنظیموں سے اپیل کی گئی کہ وہ وقت کے تقاضوں کو سمجھتے اور اپنی ملی و دینی ذمہ داریاں ادا کریں اور جمعیتہ طلباء اسلام کو ایک فعال تنظیم بنانے کی کوشش کریں تاکہ آزاد کشمیر میں اسلامی انقلاب لانے کی جدوجہد میں مدد [illegible] اجلاس میں ایک قرار کے ذریعے مولانا سید گل بادشاہ مرحوم کے لیے دعاء مغفرت کی گئی اور ان کے انتقال پر اظہار رنج کیا گیا اور ایک قرارداد میں حکومت سے اپیل کی گئی کہ وہ سید عطاء المحسن شاہ بخاری کو غیر مشروط طور پر رہا کر دے۔

طلباء قوم و ملت کا سرمایہ ہیں

۱۴ر جولائی کل آزاد جموں و کشمیر جمعیت طلباء اسلام آزاد برانچ کے زیر اہتمام ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں لاہور برانچ کے صدر مولانا محمد آزاد نے خطاب کرتے ہوئے طلباء پر زور دیا کہ وہ مل جل کر اسلام کی سربلندی اور ملک کی حفاظت کے لیے کام کریں اور اسلام اور ملک کو ہر قسم کے خطرات سے بچانے کی کوشش کریں۔ انہوں نے سردار عبدالقیوم خاں صدر آزاد کشمیر کو مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر مبارکباد پیش کی ایک اور قرارداد کے ذریعے راولپنڈی کے طلباء پر پولیس تشدد اور چار روز تک انہیں حبس بیجا میں رکھنے کی مذمت کی گئی اجلاس سے

اداره خدام الدین لاہور کی ایک تاریخی پیشکش

داستانِ حیات شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

مدنی نمبر

تاریخ اشاعت کا انتظار فرمائیے

زیر ادارت
مجاہد الحسینی

حسب و نسب — تذکرۂ اسلاف

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے خاندانی حالات اور اسلاف کے تذکرے

آسمان رشد و ہدایت کے درخشندہ ستارے

جنہوں نے گم کردہ راہ انسانوں کو صراط مستقیم پر گامزن کیا اور ظلمت کدۂ ہند میں زہد و تقویٰ، اور مجاہدہ و ریاضت کی شمعیں جلائیں۔



عکسی طباعت سے مزین

دیدہ زیب — نیا حاشیہ — رنگین

تین سال کی محنت شاقہ اور زر کثیر کی لاگت کے بعد شائع ہوا

مترجم: حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہدیہ: مجلد نو روپے — مکینیکل گلیز کاغذ

محصولڈاک ۲/۱۵ روپے فی نسخہ زائد ہوگا۔ فرمائش کے ساتھ کل رقم پیشگی آنا ضروری ہے۔ وی پی نہیں بھیجا جائے گا۔

دفتر انجمن خدام الدین اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور

ایک زیر ترتیب کتاب

معلومات

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی کی سیاسی خدمات

حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک آزادی میں کیا اہم خدمات انجام دیں — اور استخلاص وطن کی خاطر آپ نے کن کن جیل خانوں میں قید و بند کے مصائب برداشت کیے —؟

اور
کن بزرگوں کی رفاقت میں جیل کے دن گزارے،
اس موضوع پر — آپ کے پاس معلومات ہوں،
یا حضرت شیخ کے خطوط ہوں تو براہِ کرم
ادارہ کے نام
ارسال کریں! خطوط عکس لیکر واپس کر دیے جائیں گے۔

مجاہد الحسینی — (مدیر خدام الدین)